غیرمقلدیت

محمد فاروق غفرلہ
خادم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی)

ناشر
مکتبہ محمودیہ
جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) ۲۴۵۲۰۶

غیر مقلدیت

افادات

حضرت اقدس فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ
مفتی اعظم ھند دار العلوم دیوبند

ترتیب
محمد فاروق غفرلہٗ

مکتبہ محمودیہ
جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) ۲۴۵۲۰۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفصیلات

نام کتاب:..................................**غیر مقلدیت**

مصنف:...........فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی قدس سرہٗ

مرتب:..**محمد فاروق غفرلہٗ**

تعداد:...(۵۰۰۰)

کمپوزنگ:..................مجیب الرحمٰن قاسمی لکھیم پوری شعبہ کمپوٹر جامعہ ہذا

سن اشاعت:..............................۱۴۳۲ھ مطابق ۲۰۱۱ء

صفحات:..۹۲

قیمت:............

-: ملنے کا پتہ :-

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) ۲۴۵۲۰۶

انقلابات چمن میں دہر کی دیکھی تکمیل
آج قارون بھی کہہ دیتا ہے حاتم کو بخیل
بو حنیفہؒ کو کہے طفل دبستاں جاہل
شیخ کی کرتے ہیں اسکول کے بچے تجہیل
سامری موسیٰ عمران کو کہے جادو گر
لوح محفوظ کو کہتی ہے محرف انجیل

عرض مرتب

نحمده ونصلی علی رسول الکریم۔ اما بعد

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے سے لےکرموجودہ زمانہ تک تقلید کا سلسلہ برابر چلا آ رہا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:''**لان الناس لم یزالوا من زمن الصحابة الی ان ظهرت المذاهب الاربعة یقلدون من اتفق من العلماء من غیر نکیر من احد یعتبر انکاره ولو کان باطلا لانکروه.**'' (عقدالجید :۳۳) یہاں تک کہ دوسری صدی ہجری کے آخر میں علماء ربانی نے اصول وفروع کی تدوین شروع کی اوران کے قابل شاگردوں نے اس سلسلہ کی اورتدوین وتہذیب کی ،تو تیسری صدی کے اکثر لوگوں نے بطور تقلید شخصی ان کو اختیار کرلیا،اصول وفروع کو قرآن وسنت کی روشنی میں مدون کیا گیا،اوران کو جانچنے والے ایسے علماء ربانی اورمجتہدین تھے،جن کا علم ودانش اورثقاہت مسلم تھی،ان کے یہ مجموعے آسانی سے دستیاب ہونے لگے،اس لئے اس میں لوگوں کے لئے بہت ہی آسانی پیدا ہوگئی،شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس وقت میں یہی تقلید واجب تھی،''**وبعد المأتين ظهر فيهم التمذهب للمجتهدين باعيانهم وقل من كان لايعتمد على مذهب مجتهد بعينه وكان هذا هو الواجب في**

ذاک الزمان." (الانصاف:۵۹)

چوتھی صدی ہجری تک مذاہب اربعہ کے علاوہ اور مجتہدین کی بھی تقلید کی جاتی تھی، لیکن دوسرے حضرات مجتہدین کے مذاہب کی ایسی حفاظت نہ ہوسکی کہ وہ زیادہ دیر مدون موجود رہتے، چنانچہ چوتھی صدی ہجری کے بعد چاروں مذاہب کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ان چاروں مذاہب میں تقلید شخصی کا انحصار ہوگیا، حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: **"ولما اندرست المذاهب الحقة الا هذه الاربعة كان اتباعها اتباعا للسواد الاعظم والخروج عنها خروجا عن السواد الاعظم."** (عقدالجید د:۳۸)

لیکن ۱۲۰۶ھ میں عبدالحق بنارسی پیدا ہوا جس نے ہندوستان میں فرقہ غیر مقلدیت کی بنیاد ڈالی، اس فرقہ کے لوگوں میں شدت پیدا ہوتی چلی گئی، اور مقلدین کو کافر ومشرک قرار دینا شروع کردیا، اور یہ نہیں دیکھا کہ اسکی زد کہاں کہاں پڑیگی، تمام ائمہ حدیث، محدثین کبار، مجتہدین عظام، فقہاء کرام، اولیاء ومشائخ میں سے کون بچ سکے گا، اسلئے اس فرقہ نے اس وقت عظیم فتنہ کی شکل اختیار کرلی، اسلئے ضروری ہیکہ اس فرقہ سے متعلق ضروری معلومات، اسکی ابتداء، اسکا بانی، اس تحریک کا پس منظر، اس فرقہ کے انگریز سے تعلقات، انگریز کی حمایت اور اس فرقہ پر انگریزی حکومت کی عنایات ونوازشات کو بیان کردیا جائے، تاکہ اس فرقہ کی حقیقت کو آسانی کے ساتھ سمجھا جاسکے، اسلئے ہم اولاً اس فرقۂ نومولود، سے متعلق ضروری معلومات مذکورہ بیان کرتے ہیں، پھر اصل تقلید اور تقلید شخصی کا حکم دلائل کے ساتھ بیان کریں گے، اسکے بعد حضرت اقدس فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ کی گفتگو جو غیر مقلدین سے مختلف موقعوں پر ہوئی، اسکو بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

واضح رہے کہ اس فرقہ سے مراد وہی غیر مقلدین متعصبین کا فرقہ ہے، جو

تمام ائمہ کرام محدثین عظام اولیاء ومشائخ مقلدین کو کافر ومشرک کہہ کر کفر وشرک کا قلادہ اپنی گردن میں ڈالے ہوئے ہے۔ اور حدیث کے نام پر حدیث دشمنی کا طریقہ اختیار کئے ہوئے ہے کہ جو حدیث ان کے مقصد کے خلاف ہو برملا اس کو ضعیف، موضوع وغیرہ کہہ کر رد کر دیتا ہے، اور اپنے پیشواؤں کی تقلید سے دلائل قویہ (احادیث صحیحہ) کے باوجود سرموانحراف کرنے کا روادار نہیں ہے، وہ انصاف پسند اہل حدیث حضرات جو اخلاص ونیک نیتی کے ساتھ کسی امام کی تقلید کرنے کے بجائے براہِ راست قرآن واحادیث پر عمل کرتے ہیں، اور تقلید کرنے والے ائمہ حدیث محدثین، فقہاء ومجتہدین میں سے کسی کو کافر ومشرک کہنے کے بجائے ان کا پورا احترام کرتے ہیں، ان سے ہمارا کوئی اختلاف نہیں، ہم ان کا پورا احترام کرتے ہیں، اور ان کو بھی اہل حق تصور کرتے ہیں، اور ان کا موجودہ غیر مقلدین متعصبین سے کوئی تعلق نہیں ان غیر مقلدین کا اپنے آپ کو اہل حدیث حضرات کی طرف منسوب کرنا اور اپنے آپ کو اہل حدیث کہنا سراسر مغالطہ ہے۔

امید ہے کہ یہ مجموعہ انصاف پسند طبقہ کیلئے اس ''فرقۂ نومولود'' کی حقیقت اور اس کے دجل وفریب کے سمجھنے کے لئے کافی ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ.
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّکَ اَنْتَ
التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ. وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ
سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَحَبِيْبِنَا مَحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ
وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى
يَوْمِ الدِّيْنِ. آمِيْن

محمد فاروق غفرلہٗ
۱۴۲۳/۱۰/۳۰ھ

ہندوستان میں لوگ ہمیشہ حنفی مذہب پر قائم رہے ہیں

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ۔ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن صاحب فرماتے ہیں کہ:

''خلاصۂ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقے اور مذہب کو پسند کرتے ہیں، اس وقت سے لیکر آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں، اور اسی مذہب کے عالم اور فاضل قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے ہیں۔ (ترجمان وہابیہ: ۱۰، مصنفہ: نواب صدیق حسن صاحب)

فرقۂ اہل حدیث کی ابتداء اور اس کا بانی

تنبیہ الضالین میں ہے:

''سو بانی اس فرقۂ نو احداث کا ''عبدالحق بنارسی'' ہے، جو چند روز سے بنارس میں رہتا ہے، اور حضرت امیر المؤمنین (سید احمد شہیدؒ) نے ایسی ہی حرکات ناشائستہ کے باعث اپنی جماعت سے اس کو نکال دیا، اور علماء حرمین شریفین نے اس کے قتل کا فتویٰ لکھا مگر کسی طرح وہاں سے بھاگ کر بچ نکلا۔ اپنے تئیں خلیفہ امیر المؤمنین کا مشہور کر کے لوگوں کو اپنے عقائد سے بتدریج مطلع کیا۔''

(تنبیہ الضالین: ۵۔ بحوالہ: انگریز اور اہلحدیث: ۱۷)

نیز کتاب مذکور میں ہے:

''اگر حضرت امیر المؤمنین سید احمد شہیدؒ اس زمانے میں ہوتے تو ان نئے مذہب والے مفسدوں، گمراہوں، غیر مقلدوں کا وہی حال کرتے جو ان کے پیشوا عبدالحق کا کیا تھا، یعنی مردود کہتے اور نکلوادیتے۔'' (تنبیہ الضالین: ۹۰، بحوالہ: انگریز اور اہلحدیث)

جناب نواب صدیق حسن صاحبؒ جو غیر مقلدوں کے مایۂ ناز محقق ہیں بلکہ وہ لوگ انہیں اپنے دور کا مجدد قرار دیتے ہیں۔ (مقدمۃ الحطہ: ۱۰)

اپنی مشہور کتاب ''الحطہ فی ذکر الصحاح الستۃ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''فَقَدْ نَبَتَ فِیْ هٰذَا الزَّمَانِ فِرْقَةٌ ذَاتُ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ تَدَّعِیْ لِاَنْفُسِهَا عِلْمَ الْحَدِيْثِ وَالْقُرْآنِ وَالْعَمَلَ بِهِمَا مَعَ الْعَلاتِ فِیْ كُلِّ شَانٍ مَعْ اَنَّهَا لَيْسَتْ فِیْ شَیْءٍ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ وَالْعِرْفَانِ فَيَا لِلّٰهِ الْعَجَبُ مِنْ اَنْ يُّسَمُّوْنَ اَنْفُسَهُمُ الْمُوَحِّدِيْنَ وَالْمُخْلِصِيْنَ وَغَيْرَهُمْ بِالْمُشْرِكِيْنَ وَهُمْ اَشَدُّ النَّاسِ تَعَصُّباً وَغُلُوًّا فِیْ الدِّيْنِ. (مقدمۃ الحطہ: ۱۵۳)

[یہ واضح رہے کہ نواب صاحب کے زمانہ تک غیر مقلدین اپنے کو اہلحدیث کے بجائے موحدین ہی کہتے تھے، اہلحدیث کا لقب تو انہوں نے ۱۸۱۸ء میں اپنے لئے نامزد کرایا، اس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آئے گی۔]

غیر مقلد عالم مولوی محمد شاہ جہانپوری متوفی ۱۳۳۸ھ جن کی کتاب ''الارشاد الی سبیل الرشاد'' غیر مقلدوں کے یہاں بڑی معرکۃ الآرا کتاب ہے، خود اپنے ہی فرقہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں جس سے لوگ بالکل ناآشنا ہیں، پچھلے زمانے میں شاذ ونادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے، بلکہ ان کا نام بھی ابھی تھوڑے ہی دنوں میں سنا ہے، اپنے آپ کو تو وہ اہل حدیث یا محمدی کہتے ہیں، مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یالا مذہب لیا جاتا ہے۔‘‘ (الارشاد الی سبیل الرشاد:۱۳)

تنبیہ الضآلین میں ہے:

’’بعضے کم علم لوگوں نے حضرت کی خبر شہادت کے بعد اپنی ناموری اور جاہلوں میں عزت بڑھانے کو اور دین کے پردے میں دنیا کمانے کو ایک گروہ اپنا علیٰحدہ مقرر کر لینے کو اس دین محمدی میں رخنہ ڈالنا شروع کر دیا۔ سوائے مسلمانو! یہ زمانہ فساد کا ہے، اور یہ لوگ آخری زمانہ کے نائب دجال ہیں، یعنی باطل کو حق کے ساتھ ملانے والے ایسے لوگ اس زمانہ میں بہت ظاہر ہوں گے، یا یہ اصلا روافض شیعہ ہیں، سنیوں میں چھپے ہوئے ہیں، دین میں فساد ڈالتے ہیں، اور آہستہ آہستہ لوگوں کو بے دین کرتے ہیں، ایسوں ہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کے تیرہویں سپارے نویں رکوع میں فرمایا ہے:

’’**الـذین ینقضون عھد اللہ من بعد الخ**‘‘ ’’**ویفسدون فی الارض الخ**‘‘ (بحوالہ غیر مقلدین اپنے اکابر کی نظر میں:۲۹)

مولانا عبدالحق بنارسی

مولانا عبدالحق بن فضل اللہ نیوتنی ثم بنارسی کی ولادت قصبہ نیوتنی ضلع اناؤ

۱۲۰٦ھ میں ہوئی۔ سفر حج میں سید صاحبؒ کے ہم قافلہ تھے، لیکن ائمہ کرام پر بدزبانی اور دیگر فاسد نظریات کی بناء پر سید صاحب نے ان کو اپنے قافلہ سے نکال دیا تھا، انہیں نازیبا حرکتوں کے مکہ معظّمہ میں بھی مرتکب ہوئے، سزائے قید ہوئی، رہا ہوکر مدینہ گئے، لیکن "جبل گردد، جبلت نہ گردد" مدینہ منورہ میں بھی ائمہ کرام اور مجتہدین عظام پر زبان درازی کی، قاضی مدینہ کے مطلع ہونے کے بعد خوف تعزیر نے وہاں سے بھی راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کردیا، غرض طبع ومزاج کی کج ادائیوں نے انہیں ہر محل شرف سے محروم ہی رکھا، ہندوستانی علماء میں سب سے پہلے انہی نے فتنۂ ترک تقلید کی بناء ڈالی، اور مسلسل علمائے حق سے برسر پیکار رہے، عدم تقلید پر کتابیں بھی لکھیں، مناظرے بھی کیئے، حکیم مولانا عبدالحی لکھتے ہیں:

"ثم سافر الی الحجاز فی رکب السید الامام احمد بن عرفان الشهید البریلوی فلما وصل الی المدینة المنورة بعد الحج تکلم فی بعض المسائل الخلافیة علی عادته وتفوه فی حق المجتهدین ورمی بالضلال اصحاب المذاهب الأخر من الاحناف والشافعیة وکان اذ ذلک الشیخ محمد سعید الاسلمی بالمدینة المنورة فوشی به الی القاضی فلما علم ذاک عبدالحق خرج من المدینة مختفیا وذهب الی الجزیرة." [سید احمد شہید بریلوی کے قافلہ کی معیت میں حجاز گئے، جب حج سے فارغ ہوکر مدینہ پہونچے تو اپنی عادت کے مطابق بعض مسائل خلافیہ میں گفتگو کی، اور مجتہدین کرام پر بدزبانی کی، اور انہیں گمراہ کہا، شیخ محمد سعید نے حاکم مدینہ کو اس کی اطلاع دی، جب عبدالحق کو معلوم ہوا تو آہستہ سے وہاں سے نکل بھاگے۔]

"وكان عبدالحق لا يتقيد بمذهب ولا يقلد احدا في شيء من امور دينية بل يعمل بنصوص الكتاب والسنة ويجتهد برايه ولذالک جرت بينه وبين الاحناف مباحثات كثيرة في الاجتهاد والتقليد ومن مصنفاته الدر الفريد في المنع عن التقليد." (نزہۃ الخواطر:۲۳۹،۲۴۰/ ۷)

[عبدالحق کسی مذہب سے منسلک نہ تھے، اور نہ ہی امور دینیہ میں کسی کی تقلید کرتے تھے، بلکہ کتاب وسنت کے نصوص پر عمل کرتے اور اپنی رائے سے اجتہاد کیا کرتے تھے، اسی بناء پر ان کے اور احناف کے مابین اجتہاد اور تقلید کے سلسلہ میں مناظرے ہوئے، انہوں نے "**الدر الفريد في المنع عن التقليد**" کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی۔]

قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتیؒ شاگرد رشید حضرت شاہ اسحاق صاحب دہلویؒ لکھتے ہیں:

"مولوی عبدالحق بنارسی نے ہزار ہا آدمی کو عمل بالحدیث کے پردے میں قید مذہب سے نکالا، اور مولوی صاحب نے ہمارے سامنے کہا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑکر مرتد ہوئیں، اگر بے توبہ مری تو کافر مری، (العیاذ باللہ) اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں، ہم کو سب کی حدیثیں یاد ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہمارا علم بڑا ہے، صحابہ کو علم کم تھا، تھوڑے عرصہ کے بعد مولوی عبدالحق مولوی گلشن علی کے پاس جو دیوان راجہ بنارس کے شیعہ مذہب کے تھے، گئے، اور کہا کہ میں شیعہ ہوں، اب ظاہراً شیعہ ہوتا ہوں، اور میں نے عمل بالحدیث کے پردہ میں وہ کام کیا کہ

عبداللہ بن سبا سے نہ بنا تھا، ہزار ہا اہل سنت کو قید مذہب سے نکال دیا، اب ان کا شیعہ ہونا بہت آسان ہے، چنانچہ مولوی گلشن علی صاحب نے ۳۰ روپئے ماہواری ان کی نوکری کروادی۔'' (کشف الحجاب:۲۱)

مولوی عبدالحق صاحب کا ۱۲۷۶ھ میں انتقال ہوا، حکیم مولانا عبدالحی لکھتے ہیں:''**وتوفی محرما بمنی فی ثانی ذی الحجة عام ست وسبعین ومائین والف.**'' (ترجمان وہابیہ:۲)

تحریک اہل حدیث کا پس منظر

دنیا میں خلاف حق تحریکات ونظریات اور فرقے یوں ہی اتفاقاً منصۂ شہود پر ظاہر نہیں ہوا کرتے، بلکہ ان کے پس پردہ کچھ عزائم مقاصد مذہبی یا سیاسی جذبات نیز زیر پردہ چھپے ہوئے بعض حضرات کا ''دست پنہاں'' ضرور کارفرما ہوتا ہے، چنانچہ اس تحریک اہل حدیث کے پس منظر میں کون سے عوامل تھے، اس سلسلے میں اسی تحریک ہی کے رکن رکین، مربی وسرپرست جناب نواب صدیق حسن صاحب کی یہ گواہی شہادت اہل خانہ کے مترادف ہے، فرماتے ہیں:

''یہ آزادگی ہماری مذاہب جدیدہ سے (یعنی تحریک اہلحدیث، ناقل) عین مراد قانون انگلشیہ ہے۔'' (نزہۃ الخواطر:۲۴۰/۷)

نیز فرماتے ہیں:

''فرماں روان بھوپال کو ہمیشہ آزادگی مذہب (یعنی عدم تقلید) میں کوشش رہی ہے، جو خاص منشا گورنمنٹ انڈیا کا ہے۔'' (نزہۃ الخواطر:۲۴۰/۷)

اسی تحریک اہل حدیث کی ایک شاخ غربا، اہل حدیث ہے، جس کے

بارے میں غیر مقلد محمد مبارک لکھتے ہیں:

''جماعت غرباء اہلحدیث کی بنیاد محدثین کی مخالفت پر رکھی گئی تھی، صرف یہی مقصد نہیں بلکہ ''تحریک مجاہدین'' یعنی احمد بریلوی کی تحریک کی مخالفت کر کے انگریز کو خوش کرنے کا مقصد پنہاں تھا۔'' (علماء احناف اور تحریک مجاہدین:۴۸)

غیر مقلدوں کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین کے شاگرد (خاص مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو اپنے زمانہ میں ''وکیل اہلحدیث'' کہلاتے تھے، بڑے طمطراق سے رقم طراز ہیں کہ:

''اس گروہ اہلحدیث کے خیر خواہ وفادار، رعایا، برٹش گورنمنٹ ہونے پر ایک بڑی روشن اور قوی دلیل ہے کہ یہ لوگ برٹش گورنمنٹ کے زیر حمایت رہنے کو اسلامی سلطنتوں کے زیر سایہ رہنے سے بہتر سمجھتے ہیں۔'' (الحیاۃ بعد الممات:۹۳)

میاں نذیر حسین کے شاگرد رشید مولوی تلطف حسین فرماتے ہیں کہ:

''انگریزی گورنمنٹ ہندوستان میں ہم مسلمانوں کے لئے خدا کی رحمت ہے۔'' (الحیاۃ بعد الممات:۹۳)

غیر مقلد عالم مولوی عبدالرحیم عظیم آبادی اپنی کتاب الدر المنثور فی تراجم اہل صادقپور میں لکھتے ہیں کہ:

''خاص کر فرقہ اہلحدیث کیلئے تو کسی اسلامی سلطنت میں بھی یہ آزادی مذہبی نصیب نہیں، جو برٹش حکومت میں حاصل ہے۔''

(الدر المنثور بحوالہ رسالہ اہلحدیث:۱۸)

ع ہم ان کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

حکومت انگریزی کی طرف سے اہلحدیث علماء کو خطاب

حکومت انگلشیہ کی طرف سے خطابات کچھ خاص خدمات کے صلہ ہی میں ملا کرتے تھے، جن سے بالعموم یہی حضرات نوازے جاتے تھے، حکومت انگریزی کی طرف سے نواب صدیق احمد کی اہلیہ رئیسہ بھوپال کو یہ مژدۂ جانفزا ملتا ہے کہ ''اس نوید مسرت افزاء سے آپ کو اطلاع دی گئی ہے کہ گورنمنٹ انگلشیہ سے دیا جاتا خطاب نواب صدیق حسن خاں بہادر شوہر مشفقہ کو منظور ہوا ہے۔ (ماثر صدیقی:۲/۹۱)

مولوی عبدالرحیم عظیم آبادی نے اپنی کتاب ''الدرالمنثور فی تراجم اہل صادقپور'' میں ان غیر مقلد علماء کی فہرست ذکر کی ہے، جن کو انگریزی حکومت کی طرف سے شمس العلماء و خان بہادر کا خطاب ملا ہے، ایک نظر اس فہرست پہ بھی ڈالتے چلیں۔

شمس العلماء حضرت مولانا محمد سعید قدس سرہٗ ساکن مغل پور شہر پٹنہ۔

شمس العلماء جناب حضرت مولانا محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن محلّہ صادقپور شہر پٹنہ۔

شمس العلماء برادرم عزیز مولوی عبدالرؤف مرحوم و مغفور ساکن محلّہ صادقپور شہر پٹنہ۔

شمس العلماء مولوی امجد علی صاحب ایم،اے، پروفیسر میور سنٹرل کالج الٰہ آباد ساکن صادقپور شہر پٹنہ۔

شمس العلماء جناب حضرت مولانا نذیر حسین صاحب محدث دہلوی ساکن سورج گڑھ (مونگیر)۔

مولوی محمد یوسف جعفری (رانجور)
خان بہادر جناب قاضی مولوی فرزند احمد صاحب ساکن گیا۔
یہ صرف ان خطاب یافتہ حضرات کی فہرست ہے جو ایک صوبہ بہار سے تعلق رکھتے تھے۔

اہلحدیث نام کب سے شروع ہوا

اس فرقے کے لوگ پہلے پہل کسی خاص نام کے ساتھ منسوب نہ تھے، بعد میں یہ لوگ اپنے آپ کو محمدی یا موحد کہنے لگے، دوسرے لوگ ان کو وہابی کہتے تھے۔

مولوی اسلم جیراجپوری جو اہلحدیث کے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، لکھتے ہیں:

''پہلے اس جماعت نے اپنا کوئی خاص نام نہیں رکھا تھا، مولانا شہید کے بعد جب مخالفوں نے انکو بدنام کرنے کیلئے وہابی کہنا شروع کیا تو تو وہ اپنے آپ کو محمدی کہنے لگے، پھر اس کو چھوڑ کر اہلحدیث کا لقب اختیار کیا، جو آج تک چلا آرہا ہے۔'' (نوادرات: ۳۴۲، بحوالہ طائفہ منصورہ: ۱۰۱)

جس طرح بعض دفعہ بچہ نومولود کا ابتداءً کچھ نام رکھا جاتا ہے، چند دن کے بعد کوئی نام رکھ دیا جاتا ہے، اسی طرح اس فرقہ کی ابتداء میں اس کا کوئی نام نہیں تھا، پھر کچھ دنوں کے بعد محمدی یا موحد کے نام سے موسوم ہوئے، پھر مزید دجل وفریب کے خیال سے اپنا نام اہلحدیث رکھ لیا، اور باقاعدہ انگریز گورنمنٹ سے اس کی سند اور اجازت بھی حاصل کر لی، سچ ہے: ؎

شاہد دل ربائے من می کند از برائے من
نقش ونگار و رنگ وبو لحہ بہ لحہ نو بنو

میاں نذیر حسین صاحب کے خسر مولانا عبدالخالق صاحب المتوفی ۱۲۶۷ھ کے زمانے تک ان لوگوں نے ابھی اپنا نام اہل حدیث نہیں اختیار کیا تھا، بلکہ خود کو محمدی کہتے تھے۔ مولانا لکھتے ہیں:

''یہ لوگ اپنے آپ کو محمدی اور دوسرے مذاہب والوں کو ناقص محمدی اور بدعتی کہتے ہیں۔'' (تنبیہ الضآلین:۳۲، بحوالہ طائفہ منصورہ:۱۰۰)

نیز لکھتے ہیں:

''لوگوں سے کہتے ہیں کہ ہم محمدی ہیں، اور حقیقت میں محمدیوں کے خلاف ہیں۔''

مولوی محمد حسین صاحب نے جو غیر مقلدین کے وکیل اعظم تھے، لفظ وہابی کی منسوخی اور اہلحدیث نام کی الاٹمنٹ کے لئے انگریز بہادر کے حضور ایک درخواست پیش کی، جس میں انگریز سرکار کے لئے غیر مقلدین کی من حیث الجماعت وفاداری، خیرخواہی اور نمک حلالی کے سلسلے میں اپنی جماعت کی نمایاں خدمات کا ذکر کیا، اور متعدد نازک موقع میں اپنی بہی خواہی کی نشان دہی کی اور اس درخواست کے اخیر میں التجا کی کہ لفظ وہابی کو منسوخ کر کے ہمارے فرقے کیلئے اہلحدیث نام الاٹ کیا جائے۔

ذیل میں اس درخواست کا اردو ترجمہ پیش کیا جاتا ہے تا کہ اس کے مضمرات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکے۔

ترجمہ درخواست برائے الاٹمنٹ بنام اہلحدیث

ومنسوخی لفظ وھابی

اشاعة السنة آفس لاھور

از جانب: ابوسعید محمد حسین لاہوری۔

ایڈیٹر: اشاعت السنہ ووکیل اہلحدیث ہند

بخدمت: جناب سکریٹری گورنمنٹ

''میں آپ کی خدمت میں سطور ذیل پیش کرنے کی اجازت اور معافی کا خواستگار ہوں، ۱۸۸٦ء میں میں نے ایک مضمون اپنے ماہواری رسالہ اشاعت السنہ میں شائع کیا تھا جس میں اس بات کا اظہار کیا تھا کہ لفظ وہابی جس کو عموماً باغی ونمک حرام کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے، لہٰذا اس لفظ کا استعمال مسلمانان ہندوستان کے اس گروہ کے حق میں جو اہلحدیث کہلاتے ہیں اور وہ ہمیشہ سے سرکار انگریز کے نمک حلال اور خیر خواہ رہے ہیں، اور یہ بات (سرکار کی وفاداری اور نمک حلالی) بارہا ثابت ہوچکی ہے، اور سرکاری خط وکتاب میں تسلیم کی جاچکی ہے، مناسب نہیں۔ (خط کشیدہ جملے خاص طور پر قابل غور ہیں)

بناء بریں اس فرقہ کے لوگ اپنے حق میں اس لفظ کے استعمال پر سخت اعتراض کرتے ہیں، اور کمالِ ادب وانکساری کے ساتھ گورنمنٹ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہماری وفاداری، جانثاری اور نمک حلالی کے پیش نظر سرکاری طور پر اس لفظِ وہابی کو منسوخ کر کے اس لفظ کے استعمال سے ممانعت کا حکم نافذ کریں، اور ان کو اہلحدیث کے نام سے مخاطب کیا جاوے۔''

اس مضمون کی ایک کاپی بذریعہ عرض داشت میں (محمد حسین بٹالوی) نے پنجاب گورنمنٹ میں پیش کی اور اس میں یہ درخواست کی۔

''کہ گورنمنٹ اس مضمون کی طرف توجہ فرماوے اور گورنمنٹ ہند کو بھی اس پر متوجہ فرماوے اور اس فرقے کے حق میں استعمال لفظ وہابی سرکاری خط وکتابت میں موقوف کیا جاوے۔''

''اس درخواست کی تائید کے لئے اور اس امر کی تصدیق کے لئے یہ درخواست کل ممبران اہلحدیث پنجاب وہندوستان کی طرف سے ہے۔ (پنجاب ہندوستان کے تمام غیر مقلد علماء یہ درخواست پیش کرنے میں برابر کے شریک ہیں، اور ایڈیٹر اشاعت السنہ ان سب کی طرف سے وکیل ہے۔ میں (محمد حسین بٹالوی) نے چند قطعات محضر نامہ گورنمنٹ پنجاب میں پیش کیا، جن پر فرقہ اہلحدیث تمام صوبہ جات ہندوستان کے دستخط ثبت ہیں، اور ان میں اس درخواست کی بڑے زور سے تائید پائی جاتی ہے، چنانچہ آنریبل سرچارلس ایچی سن صاحب بہادر جو اس وقت پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر تھے گورنمنٹ کو اس درخواست کی طرف توجہ دلاکر اس درخواست کو باجازت گورنمنٹ ہند منظور فرمائیں، اور اس استعمال لفظ وہابی کی مخالفت اور اجراء نام اہلحدیث کا حکم پنجاب میں نافذ فرمایا جاوے، میں ہوں آپ کا نہایت ہی فرمانبردار خادم۔''

ابوسعید محمد حسین

ایڈیٹر اشاعت السنہ

(ص:۲۴ر تا ۲۶، شمارہ:۲، جلد:۱۱)

برٹش گورنمنٹ کی طرف سے بٹالوی صاحب کو اہلحدیث کے نام کی الاٹمنٹ کی اطلاع

مولوی بٹالوی صاحب نے جماعت اہل حدیث کے وکیل اعظم ہونے کی حیثیت سے حکومت ہند اور مختلف صوبہ جات کے گورنروں کو لفظ وہابی کی منسوخی اور اہلحدیث نام کی الاٹمنٹ کی جو درخواست دی تھی کہ ان کی جماعت کو آئندہ وہابی کے بجائے اہلحدیث کے نام سے پکارا جائے اور سرکاری کاغذات اور خطوط اور مراسلات میں وہابی کے بجائے اہلحدیث لکھا جائے، انگریز سرکار کی طرف سے ان کی سابقہ عظیم الشان خدمات اور جلیل القدر کارناموں کے پیش نظر اس درخواست کو گورنمنٹ برطانیہ نے باقاعدہ منظور کر کے لفظ وہابی کی منسوخی اور اہلحدیث کے نام کی الاٹمنٹ کی۔

باضابطہ تحریری اطلاع بٹالوی صاحب کو دی، سب سے پہلے حکومت پنجاب نے اس درخواست کو منظور کیا۔

لیفٹیننٹ گورنمنٹ پنجاب نے بذریعہ سکریٹری حکومت پنجاب مسٹر ڈبلو، ایم، ینگ صاحب بہادر نے بذریعہ چٹھی نمبری ۱۷۵۸ء مجریہ ۳/دسمبر ۱۸۸۶ء اس کی منظوری کی اطلاع بٹالوی صاحب کو دی، اسی طرح گورنمنٹ سی، پی کی طرف سے ۱۴/جولای ۱۸۸۸ء بذریعہ خط نمبری: ۴۰۷/گورنمنٹ یوپی کی طرف سے ۲۰/جولائی ۱۸۸۸ء بذریعہ خط نمبری: ۳۸۶/گورنمنٹ ممبئی کی طرف سے ۱۴/اگست ۱۸۸۸ء بذریعہ خط نمبری: ۷۳۲/گورنمنٹ مدراس کی طرف سے ۱۵/اگست ۱۸۸۸ء بذریعہ خط نمبری: ۱۲۷/گورنمنٹ بنگال کی طرف سے ۴/مارچ ۹۰ء بذریعہ خط نمبر: ۱۵۶، اس درخواست کی منظوری کی اطلاعات

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کوفراہم کی گئیں۔

(اشاعت السنہ:۳۲ر تا ۳۹، شمارہ:۲، جلد:۱۱، جنگ آزادی:۶۶، از جناب پروفیسر محمد ایوب صاحب قادری)

اسلام کی تاریخ میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا کہ کسی مسلم جماعت نے اپنا مذہبی و مسلکی نام کسی غیر مسلم حکومت سے الاٹ کرایا ہو، یہ صرف ہندوستان کے غیر مقلدوں ہی کو فخر حاصل ہے کہ برٹش گورنمنٹ سے اپنا نام اہلحدیث منظور کرایا۔

اور گورنمنٹ نے بھی سابقہ عظیم خدمات اور وفاداریوں کے صلہ میں اہلحدیث کا وہ نام جو پہلے دین اسلام کے عظیم خادموں کے لئے خاص تھا، اپنے ان خادموں کے لئے مخصوص کردیا۔ ع

برعکس نہند نام زنگی کافور

یہاں ایک سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ غیر مقلدوں کو اپنے لئے اہلحدیث نام الاٹ کرانے کی آخر ضرورت کیوں پیش آئی، اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ چونکہ انگریز دشمنوں اور سرفروشوں کو ایک سازش کے تحت وہابی کے نام سے موسوم کردیا گیا تھا، جہاں کوئی انگریز دشمنی کی بات کرتا اسے وہابی کہہ دیا جاتا، اب اگر غیر مقلدوں کو بھی وہابی کہا جاتا تو انگریز دشمنی کا تو ہم ہوسکتا تھا، جس سے انگریز کی نمک خواری اور وفاداری میں فرق آنے کا اندیشہ تھا۔

نیز نوازشات کے بجائے داروگیر کے امکانات سامنے آسکتے تھے، اس لئے غیر مقلدوں نے گورنمنٹ سے درخواست کرکے اپنا نام اہلحدیث کرالیا۔

اور تبدیلیٔ نام کا دوسرا مقصد یہ تھا کہ اس نام کی عظمت سے فائدہ اٹھاکر عام مسلمان اور سادہ لوح لوگوں کو مغالطہ میں رکھا جائے۔

وہ آنکھ کہ ہے سرمۂ افرنگ سے روشن
پُرکار وسخن ساز ہے! نمناک نہیں ہے

علمائے اہلحدیث کی انگریزی حکومت کے ساتھ وفاداری
اور
انگریزی حکومت کی طرف سے انعامات ونوازشات

نواب صدیق اور انگریز

انگریز جس کا ظلم وستم، اسلام بیزاری اور مسلم دشمنی عالم آشکار ہے، مسلمانوں پر ان کے مشق ستم کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں:

''زندہ مسلمانوں کو سور کی کھال میں سلوا کر گرم تیل کے کڑھاؤ میں ڈلوانا، سکھ رجمنٹ سے علی رؤس الاشہاد اغلام کروانا، فتحپوری کی مسجد سے قلعہ کے دروازے تک درختوں کی شاخوں پر مسلمانوں کی لاشوں کا لٹکانا۔'' (نقش حیات: ۴۵۷)

یہ انگریزوں کا اہل اسلام کے ساتھ سلوک تھا، علمائے اسلام کے ساتھ تو اس سے بھی بدتر سلوک تھا، طرح طرح کے فتنوں اور سازشوں کے منبع ومصدر اور سرچشمہ یہی انگریز ہی بنے ہوئے تھے، نیچریت، مرزائیت، اباحیت، فتنۂ انکار حدیث وغیرہ اسلام دشمن فتنے انہیں انگریزوں کے بطن پرور سے پیدا ہو رہے تھے، لیکن نواب صاحب انہیں انگریزوں سے دوستی، ووفاداری، عشق ومحبت کا دم بھرتے تھے، اور اپنی بے مثال وفاداری کی داستان ان لفظوں میں سناتے ہیں:

''جو خیر خواہی ریاست بھوپال وغیرہ نے اس زمانہ میں کی ہے وہ گورنمنٹ برطانیہ پر ظاہر ہے، ساگر وجھانسی تک سرکار انگریز کو مدد غلہ

وغیرہ سے دی جس کے عوض سرکار نے پرگنہ بیرسیہ جمع ایک لاکھ روپیہ عنایت فرمایا۔" (ترجمان وہابیہ:۱۱۳)

"**تعاون علی الاثم والعدوان**" کی اس اعلیٰ نظیر کے ساتھ ساتھ یہ بھی پڑھتے چلئے، فرماتے ہیں:

"یہ بغاوت جو ہندوستان میں بزمانۂ غدر ہوئی اس کا نام جہاد رکھنا ان لوگوں کا کام ہے جو اصل دین سے آگاہ نہیں، اور ملک میں فساد ڈالنا اور امن وامان اٹھانا چاہتے ہیں۔" (ترجمان وہابیہ:۱۰۷)

نواب صاحب کے فرزند ارجمند جناب سید علی خاں اپنے والد کے فضائل ومناقب گناتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جو ایک دوست دار گورنمنٹ کی مہربانیوں اور احسانوں، روز افزوں عزت افزائیوں کا دل سے ممنون ہو، جس کے علم وفضل اور انتظامی کارناموں کی تعریف اور اعمال کا استحسان صاحبان عالی بہادر اور وائے سرایان ہند اپنے خرائط اور خطوط اور تقریروں اور پرائیوٹ چھٹیوں میں متواتر کر چکے ہوں، جو گورنمنٹ کے جبروت وصولت سے پوری طرح واقف ہو۔" (مآثر صدیقی:۱۳۳/۳)

جنگ مصر کے موقعہ پر نواب صاحب کی وفاداریوں سے خوش ہوکر کرنل کنکیڈ صاحب بہادر اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

"میں نہایت خوشی سے آپ کا شکرگذار ہوں کہ آپ نے بلاشبہ نہایت عمدگی سے نواب بیگم صاحبہ کو نیک صلاح دے کر اچھی کارروائی کی تمام بری اور بیوفائی کی باتوں کے ٹالنے اور روکنے کی سعی ایسے وقت میں جب کہ سرکار انگریزی کی فوج مصر کے مخالفین سے جنگ

کر رہی ہے، فرمائی، ایسے بڑے شہر میں جہاں ہر قسم کے مسلمان موجود ہیں، نواب بیگم صاحبہ عالیہ کی وفاداری کے بے شک آپ باعث ہیں۔''

صاحبزادہ محترم تحریر فرماتے ہیں:

''اسی طرح وائس صاحب بہادر کرنل بیزمین صاحب بہادر، ولیم ولبی آسبورن صاحب بہادر، بارسیٹھ صاحب بہادر، کرنل ریڈو صاحب بہادر، اور متعدد حکام نے والا جاہ (نواب صاحب) کے کاموں کی بے حد تعریف وتوصیف کی۔''

آپ نے ۲۹/ جمادی الثانی ۱۳۰۷ھ میں وفات پائی۔

نواب صاحب کی نہایت مستند سوانح مآثر صدیقی میں ہے کہ جس وقت اس حادثۂ دل آشوب کی خبر گورنمنٹ آف انڈیا کو پہونچی تو اس وقت گورنمنٹ کی جانب سے ٹیلی گرام پہونچا کہ:

''منجانب گورنمنٹ آف انڈیا ان کی نعش کے ساتھ شاہی اعزاز عمل میں لایا جائے۔''

مولانا نذیر حسین صاحب اور انگریز

انگریزوں کی سفاکیوں سے تنگ آ کر اس دور کے مشاہیر واکابر جید علماء کرام نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ تیار کیا، لیکن میاں نذیر حسین نے یہ صرف یہ کہ اس پر دستخط کرنے سے انکار کیا، بلکہ انگریزوں سے وفاداری کا دم بھرتے ہوئے اس فتوے کی شدید مخالفت بھی کی، میاں صاحب کے سوانح نگار مولانا افضل حسین بہاری لکھتے ہیں کہ:

''یہ بتادینا بھی ضروری ہے کہ میاں صاحب گورنمنٹ انگلشیہ

کے کیسے وفادار تھے، زمانہ غدر ۱۸۵۷ء میں جب دہلی کے بعض مقتدر اور بیشتر معمولی مولویوں نے انگریز کے خلاف فتویٰ جہاد کا دیا تو میاں صاحب نے اس پر دستخط کئے، نہ مہر لگائی، خود فرماتے تھے کہ ''میاں وہ ہٹلر تھا، شاہی نہ تھی وہ بے چارہ بوڑھا بادشاہ کیا کرتا، بہادر شاہ کو بہت سمجھایا کہ انگریزوں سے لڑنا مناسب نہیں، مگر وہ باغیوں کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنے ہوئے تھے، کرتے تو کیا کرتے۔'' (الحیاۃ بعد المماۃ: ۱۲۵)

یہ وہ دور تھا کہ انگریزوں کی طرف سے مسلمان عورتوں کی عزت لوٹی جاتی تھی، ان کے پستان تک کاٹ ڈالتے تھے، مسلمانوں کی لاشیں درختوں کی شاخوں پر لٹکائی جاتی تھیں، لیکن میاں صاحب کو ان مسلمان عورتوں اور مردوں پر رحم نہیں آیا، آیا تو کس پر آیا، ملاحظہ ہو:

''ڈاکٹر حافظ مولوی نذیر احمد صاحب فرماتے تھے کہ عین زمانہ غدر میں مسز لیس زخمی میم کو جس وقت میاں صاحب نے دیکھا تو روئے، اور اپنے مکان میں اٹھالائے، اپنی اہلیہ اور عورتوں کو ان کی خدمت کیلئے نہایت تاکید کی۔......امن وامان قائم ہونے کے بعد میم کو انگریزی کیمپ میں پہونچایا، جس کے نتیجہ میں آپ کو اور آپ کے متوسلین کو گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے امن وامان کی چٹھی ملی۔'' (الحیاۃ بعد المماۃ: ۲۸۵)

انہیں خدمات عظیمہ کے صلہ میں سفر حج کو جاتے ہوئے میاں صاحب کو سرکار کی طرف سے سند ملی تھی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:

''مولوی نذیر حسین دہلی کے ایک بڑے مقتدر عالم ہیں، جنہوں نے مشکل اور نازک وقتوں میں اپنی وفاداری اور نمک حلالی گورنمنٹ برطانیہ پر ثابت کی، اب وہ اپنے فرض زیارت کعبہ کے ادا کرنے کو جاتے ہیں،

امید کرتا ہوں کہ جس کسی افسر برٹش گورنمنٹ کی مدد چاہیں گے،ان کی مدد کریگا، کیونکہ وہ کامل طور سے اس کے مستحق ہیں۔'' (الحیاۃ بعد الممات:۱۴)

مولانا محمد حسین صاحب اور انگریز

مولوی حسین صاحب انگریز نوازی میں اپنے دونوں پیشرؤں سے بھی آگے تھے،مشہور مؤرخ پروفیسر محمد ایوب قادری تحریر فرماتے ہیں کہ:

''مولوی محمد حسین بٹالوی نے سرکار برطانیہ کی وفاداری میں جہاد کی منسوخی پر ایک مفصل رسالہ ''الاقتصاد فی مسائل الجہاد لکھا۔'' (جنگ آزادی:٦)

رسالہ مذکورہ میں مولوی صاحب لکھتے ہیں:

''ہندوستان دارالاسلام ہے،اس لئے جہاد جائز نہیں، بلکہ اس وقت پوری دنیا میں کہیں بھی جہاد جائز نہیں۔'' (الاقتصاد فی مسائل الجہاد:۲۵)

اس خدمت کے صلہ میں مولوی صاحب کو حکومت کی طرف سے جاگیر عطاء کی گئی تھی۔(ہندوتان کی پہلی اسلامی تحریک:۲۹) ؎

بجلی ہوں نظر کوہ و بیاباں پہ ہے میری
میرے لئے شایاں خس وخاشاک نہیں ہے

اب آئندہ اوراق میں حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ کے فتاویٰ سے ''تقلید کی شرعی حیثیت'' اور ''تقلید شخصی کا ثبوت'' پیش کرتے ہیں۔

تقلید کی شرعی حیثیت

سوال:۔تقلید کی شرعی حیثیت کیا ہے نیز اگر تقلید ضروری ہے تو شخصی تقلید کیوں ضروری سمجھی جاتی ہے۔اگر کسی مسئلہ میں کسی امام کی تقلید کی جائے کسی میں کسی اور یعنی غیر معین امام کی تقلید کی جائے تو اسمیں کیا حرج ہے علماء اسے کیوں منع کرتے ہیں جب کہ چاروں ائمہ کا مسلک درست تسلیم کیا جاتا ہے۔

الجواب:۔نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم۔امابعد! اصالۃً ہدایت کا سرچشمہ قرآن پاک ہے۔هُدیً لِلنَّاس لیکن اسمیں عموماً بنیادی اصول اور مسائل بطور ضابطہ کلیہ بیان کئے گئے ہیں تفصیلات اور فروع کا بیان کرنا حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپرد ہے۔**لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ** تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ہیں انکو آپ ان سے ظاہر کر دیں۔(بیان القرآن)

مثال۱:۔قرآن پاک میں ہے۔"اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ" نماز قائم کرو۔اسکی پوری تفصیل کہ کس نماز میں کتنی رکعت ہیں کس رکعت کے بعد قعدہ ہے کونسی رکعت میں صرف الحمد پڑھی جاتی ہے کونسی میں سورت بھی ملائی جاتی ہے کس نماز میں قراءت آواز سے پڑھی جاتی ہے کس میں آہستہ وغیرہ وغیرہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔قرآن شریف سے براہ راست اس کا سمجھنا دشوار ہے۔

مثال۲:۔"وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ" زکوٰۃ ادا کرو۔اسکی تفصیل کہ چاندی کی زکوٰۃ کس حساب سے ہے سونے کی زکوٰۃ کس حساب سے ہے، بکری، گائے، اونٹ کی کس

حساب سے احادیث سے معلوم ہوئی، جسکا قرآن شریف میں کوئی ذکر نہیں۔

مثال۳:۔ ''وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ'' لوگوں کے ذمہ اللہ کے گھر کا حج لازم ہے اسکی تفصیل کہ طواف کا کیا طریقہ ہے کتنے چکر ہیں۔ عرفات، منیٰ، مزدلفہ، رمی جمار وغیرہ کے مسائل کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔

قرآن پاک کو سمجھنے کیلئے حدیث شریف کی روشنی کا حاصل کرنا ضروری ہے حدیث سے بے نیاز ہوکر قرآن شریف کو سمجھنا ناممکن ہے۔ امت کو حکم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ تفصیلات کے ماتحت قرآن شریف سے ہدایت حاصل کرے اس سلسلہ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ پاک ہی کی اطاعت ہے۔ ''**من یطع الرسول فقد اَطَاعَ اللّٰہَ**'' [جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی] (بیان القرآن)

اس لئے حدیث میں ارشاد ہے۔ ''صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ'' بخاری شریف: ۱/۱۰۷٦، جس طرح تم نے مجھ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے تم بھی اسی طرح پڑھو۔ یہ نہیں فرمایا۔ کہ جس طرح قرآن شریف سے تمہاری سمجھ میں آئے اس طرح پڑھو۔

حدیث کی قسمیں

بعض چیزیں خود زبان مبارک سے ارشاد فرمائی ہیں ان کو حدیث قولی کہتے ہیں بعض چیزیں عملاً کی ہیں ان کو حدیث فعلی کہتے ہیں۔ بعض چیزیں ایسی بھی ہیں کہ آپ کے سامنے کی گئی ہیں یا آپ کے علم میں لائی گئی ہیں اور ان پر

آپ نے تردیدی انکار نہیں فرمایا بلکہ خاموشی اختیار فرمائی ہے جو کہ تائید وتصدیق کے حکم میں ہے اس کو تقریر کہتے ہیں یہ تینوں قسم کی حدیثیں امت کیلئے ذریعۂ ہدایت ہیں۔

قیاس

بعض چیزیں ایسی بھی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کی گئیں اور آپنے اسکا جواب دیا اور سائل سے خود بھی ایک مسئلہ دریافت فرمالیا جس کا حکم ظاہر اور سائل کو معلوم تھا جب سائل نے بتا دیا تو آپنے فرمایا کہ جو چیز تم نے دریافت کی ہے اسکا حکم بھی اسی کے موافق ہے۔

مثال: -کسی نے دریافت کیا کہ میری والدہ کے ذمّہ حج ہے میں اس کو اسکی طرف سے ادا کرلوں تو ادا ہو جائے گا، آپ نے فرمایا ہاں ادا ہو جائے گا۔ اگر اس کے ذمہ قرض ہو اور تم ادا کردو تو ادا ہو جائے گا اس نے کہا ہاں ادا ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا اللہ کا قرض بطور اولیٰ ادا ہو جائے گا۔ جیسا کہ بخاری شریف ج ۲ رص ۱۰۸۸ رمیں یہ حدیث مذکور ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنھما ان امرأةً جاء ت الیٰ النبی ﷺ فقالت ان امی نذرت ان تحج فماتت قبل ان تحج افاحجّ عنھا قال نعم حُجی عنھا ارأیت لو کان علیٰ امّک دین اکنت قاضیة قالت نعم قال اقضوا الذی له فان الله احق بالوفاء.

[حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہیکہ ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی (اور عرض کیا) میری اماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور حج کرنے سے قبل مرگئی تو کیا میں اس کی

طرف سے حج کردوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا ہاں اس کی طرف سے حج کردے، بتا اگر تیری اماں پر قرض ہوتا تو کیا تو ادا کرتی اس نے کہاں ہاں۔ ارشادفرمایا جو اس کیلئے ہے ادا کرو بیشک اللہ کا حق پورا کرنے کے زیادہ لائق ہے۔]

اس کو شریعت میں قیاس، اجتہاد، استنباط، اعتبار کہتے ہیں۔ اسکی تعلیم بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اسکے شرائط اور تفصیلات کتب اصول میں مذکور ہیں اسکی ضرورت اس وقت ہوتی ہے کہ قرآن وحدیث سے مسئلہ صاف صاف سمجھ میں نہ آتا ہو، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو قاضی بنا کر یمن بھیجا تو بہت سی ہدایتیں دیں اور دور تک رخصت کرنے کیلئے تشریف لے گئے۔ یہ بھی دریافت فرمایا کہ تم کس قانون کے ماتحت فیصلے کرو گے تو انہوں نے عرض کیا قرآن پاک کے ماتحت ارشادفرمایا کہ اگر اسمیں تم کو نہ ملے عرض کیا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلے کروں گا۔ فرمایا کہ اگر تمہیں اسمیں بھی نہ ملے تو۔ عرض کیا کہ اجتہاد کروں گا اس پر مسرت کا اظہار کر کے پوری تائید فرمائی اور اس انتخاب پر خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کیا، ابوداؤد شریف ج۲ ص۱۴۹ میں یہ واقعہ مذکور ہے۔

"ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لما اراد ان یبعث معاذا الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لک قضاء قال اقضی بکتاب الله قال فان لم تجد فی کتاب الله قال فبسنة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال فان لم تجد فی سنة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ولا فی کتاب الله قال اجتهد برأیی ولا اٰلوفضرب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم صدره فقال

الحمد لِلّٰہ الذی وفق رسولَ رسولِ الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لما یرضی رسول اللّٰہ.[1]

اجتہاد

جو مسئلہ قرآن وحدیث میں صاف صاف نہ ملتا ہو اس کا حکم نظائر ودلائل میں غور کر کے نکالنا اجتہاد ہے اسی کو قیاس بھی کہتے ہیں جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اگر اس پر اتفاق ہو جائے تو وہ اجماع کہلاتا ہے، اسی لئے علمائے اصول نے لکھا ہے کہ قیاس حکم کو ثابت نہیں کرتا بلکہ ظاہر کرتا ہے۔ جو حکم قرآن یا حدیث میں موجود تو تھا لیکن مخفی تھا عامۃً لوگ اس کو سمجھ نہیں سکتے تھے مجتہد نے اس کو اس کے نظائر پر قیاس کر کے یا دلالۃً، اشارۃ، اقتضاء وغیرہ سے استنباط کر کے ظاہر کر دیا امام بخاری نے اس کے لئے مستقل باب منعقد کیا ہے۔

تقلید

جس شخص میں اجتہاد کی قوت نہ ہو اسکو مجتہد کا اتباع لازم ہے اسی کا نام تقلید ہے۔

---

[1] **ترجمہ**:- حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو جب یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو ان سے یہ دریافت فرمایا کہ جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئیگا تو کس طرح فیصلہ کرو گے انہوں نے جواب دیا۔ اللہ کی کتاب کے ذریعہ فیصلہ کروں گا آپ نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ ملے تو انہوں نے عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے ذریعہ آپ نے فرمایا اگر سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور کتاب اللہ میں نہ ملے حضرت معاذ نے عرض کیا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کروں گا اس پر نبی علیہ السلام نے ان کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قاصد کو اس بات کی توفیق مرحمت فرمائی جس سے اللہ کا رسول خوش ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسی لئے قاضی بنا کر بھیجا تھا کہ ان کے بتائے ہوئے مسائل واحکام پر عمل کیا جائے جن کے ماخذ تین ہیں۔ قرآن پاک، حدیث شریف، اجتہاد اور تینوں کو تسلیم کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اطاعت ہے۔

"عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم من اطاعنی فقد اطاع الله ومن عصانی فقد عصی الله ومن يطع الامير فقد اطاعنی ومن يعص الامير فقد عصانی الحديث متفق عليه" (مشکوٰۃ شریف)

[حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔]

مسائل کی قسمیں

مسائل دو قسم کے ہیں ایک وہ جن کا تذکرہ نص (قرآن یا حدیث) میں موجود ہے۔ دوسرے وہ جن کا تذکرہ قرآن یا حدیث میں موجود نہیں۔ قسم اول (جنکا تذکرہ نص میں موجود ہے) کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ نص ایک ہی طرح کی ہے جس سے ایک ہی طرح کا مثبت یا منفی حکم صاف صاف معلوم ہوتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ نص دو طرح کی ہے کسی سے مثبت حکم معلوم ہوتا ہے کسی سے منفی مثلاً کسی سے آمین بالجہر معلوم ہوتا ہے کسی سے آمین بالسر، کسی

سے رفع یدین معلوم ہوتا ہے کسی سے ترک رفع۔ پھر ایسے مسائل میں بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ تاریخی شواہد یا دیگر قرائن سے نص کا مقدم ومؤخر ہونا معلوم ہو کہ فلاں نص مقدم ہے اور فلاں مؤخر دوسری صورت یہ ہے کہ نص کا مقدم ومؤخر ہونا معلوم نہ ہو یہ پتہ نہ چلے کہ کونسی نص پہلے کی ہے کونسی بعد کی یہ کل چار قسمیں ہوئیں۔

پہلی قسم: وہ مسائل جن میں نص ایک ہی طرح کی ہے ایسے مسائل میں قیاس واجتہاد نہیں کیا جاتا نہ کسی کی تقلید کی جاتی ہے بلکہ نص پر عمل کیا جاتا ہے۔

دوسری قسم: وہ مسائل جن میں نص دو طرح کی ہے اور مقدم ومؤخر کا بھی علم ہے ایسے مسائل میں عموماً مقدم کو منسوخ مان کر مؤخر پر عمل کیا جاتا ہے، انمیں بھی نہ قیاس واجتہاد کی حاجت ہے نہ تقلید کی۔

تیسری قسم: وہ مسائل جن میں نص دو طرح کی ہے اور مقدم ومؤخر کا علم نہیں۔

چوتھی قسم: وہ مسائل جن میں نصوص موجود نہیں۔

ان اخیر کی دونوں قسم کے مسائل دو حال سے خالی نہیں آدمی کچھ عمل کرتا ہے یا نہیں اگر عمل نہیں کرتا اور آزاد پھرتا ہے تو اسکی اجازت نہیں۔ **اَیَحْسَبُ الاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی** کیا انسان سمجھتا ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔ **اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا** کیا تمہارا گمان ہے۔ کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا یعنی ایسا نہیں بلکہ تمہیں ہر موقعہ پر ہمارے حکم کی تعمیل کرنی ہے اور اگر کچھ عمل کرنا ہے تو کیا عمل کرے۔ تیسری قسم کے مسائل میں کونسی نص کو اختیار کرے؟ ایک نص کو اختیار کرنے سے دوسری نص چھوٹتی ہے اپنی طرف سے عمل کیلئے کسی نص کی تعیین کر نہیں سکتا۔ تقدیم وتاخیر کا علم نہیں کہ ایک کو ناسخ دوسری کو منسوخ قرار دے کر ناسخ پر عمل کر لے اور چوتھی قسم کے مسائل میں نص موجود ہی نہیں تو بلا

علم کے عمل کس چیز پر کرے گا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَاتَقْفُ مَالَيْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ[1] اس کا حاصل یہ ہے کہ بلا تحقیق و علم کے کسی بات پر عمل مت کرو۔ تو لامحالہ ان دونوں قسم کے مسائل میں اجتہاد کی ضرورت ہوگی۔

تیسری قسم: میں تو اسلئے کہ عمل کے واسطے نص کو متعین کیا جائے۔ چوتھی قسم میں اس لئے کہ حکم معلوم کیا جائے اور یہ ظاہر ہے کہ ہر شخص میں اجتہاد و استنباط کی قوت و اہلیت نہیں ہوتی یہ آیت بھی اسی بات کو واضح کر رہی ہے۔

وَلَوْرَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰىٓ اُوْلِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ[2]

یوں تو ہر شخص کوئی نہ کوئی صحیح یا غلط رائے قائم کرنے کا دعویٰ کر ہی سکتا ہے لیکن جس کا استنباط شرعاً معتبر ہو اس کو مستنبط اور مجتہد کہتے ہیں[3]، جس کا معتبر نہ ہو تو اس کو مقلد کہتے ہیں پس ان دونوں قسم کے مسائل میں مجتہد کو اجتہاد ضروری ہے اور مقلد کو اس کی تقلید ضروری ہے۔

اجتہاد میں اگر خطا ہو جائے تب بھی مجتہد اجر سے محروم نہیں۔ اگر اجتہاد صحیح ہو تو دوہرے اجر کا مستحق ہے جیسا کہ بخاری شریف: ۱۰۹۲/۲ر میں ہے۔

ایک شبہ

اب یہاں یہ شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ مجتہد تو بہت سے ہوئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بھی تابعین رحمہم اللہ میں بھی تبع تابعین میں بھی پھر ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ) ہی کی تقلید کیوں کی جاتی

۲...... سورۃ النساء آیت: ۸۳،

ترجمہ:- اور اگر یہ لوگ اس کو رسول کے اور جو ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں ان کے اوپر حوالہ رکھتے تو اس کو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے جو ان میں اس کی تحقیق کر لیا کرتے ہیں (بیان القرآن)

ہے کسی اور کی تقلید میں کیا مضائقہ ہے خاص کر وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جن کے فضائل احادیث میں کثرت سے آئے ہیں۔ ان کی تقلید کیوں نہ کر لی جائے۔!

جواب:- اسکا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام یقیناً ائمہ اربعہ سے بدرجہا افضل ہیں، ائمہ اربعہ کی تقلید کی وجہ یہ نہیں کہ انکو صحابہ کرامؓ سے افضل تصور کیا جاتا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تقلید کیلئے ان مسائل کا معلوم ہونا ضروری ہے جنمیں تقلید کی جاتی ہے اور آج جس قدر تفصیل کیساتھ ہر باب اور ہر فصل کے مسائل ائمہ اربعہ کے مذاہب میں مدون اور مجتمع ہیں، یہاں تک کہ کتاب الطہارت سے لیکر کتاب الفرائض تک عبادات، معاملات، مزاح غرض ہر شعبہ کے ایک ایک مسئلہ کو جمع کر دیا گیا ہے اس طرح تفصیل کے ساتھ نہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کسی کا مذہب مدون ملتا ہے، نہ تابعین میں سے نہ تبع تابعین وغیرہ سے، پھر ائمہ اربعہ کو چھوڑ کر کسی اور کی تقلید کی جائے تو کس طرح کی جائے؟ اس لئے ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ ہی کی تقلید کو اختیار کیا گیا ہے۔ اللہ پاک نے ان چاروں کو قرآن وحدیث کا تفصیلی علم اور درایت واستنباط کی مہارت تامہ عطا فرمائی تھی۔ حتیٰ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جس قدر احادیث صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ذریعہ عالم میں پھیلی ہیں وہ سب ان چاروں کے پاس موجود ہیں۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ کوئی ایک روایت ان میں سے ایک کے علم میں ہو اور دوسرے کے علم میں نہ ہو۔ مگر ایسا نہیں کہ کوئی روایت ان میں سے کسی کے پاس نہ ہو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے شرح مؤطا: ۶ر میں احادیث کی نشر واشاعت اور مدینہ طیبہ کی علمی مرکزیت کا حال تحریر فرماتے ہوئے لکھا ہے۔

بالجملہ ایں چہار امامانند کہ عالم را علم ایشان احاطہ کردہ است امام ابوحنیفہؒ وامام مالکؒ وامام شافعیؒ وامام احمدؒ الخ۔

یہ چار امام ایسے ہیں کہ ان کا علم سارے عالم کو گھیرے ہوئے ہے اور وہ چار امام امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، اور امام احمدؒ ہیں۔

ایک سوال

یہ کیوں ضروری ہے کہ ایک ہی امام کی تقلید کی جائے اس میں کیا حرج ہے کہ کوئی مسئلہ کسی امام کا لے لیا جائے کوئی کسی کا جیسا کہ دور صحابہؓ وتابعین میں یہی طریق رائج تھا کسی ایک پر سارے مذہب کا انحصار نہیں تھا۔

جواب: قرون اولیٰ میں خیر کا غلبہ تھا نفسانی خواہش کا عامۃً دین میں دخل نہیں تھا اس لئے جو شخص بھی اپنے جس بڑے سے مسئلہ دریافت کرتا نیک نیتی سے دریافت کرتا اور اسپر عمل کر لیتا تھا۔ چاہے نفس کے موافق ہو یا خلاف ہو مگر بعد کے دور میں یہ بات نہیں رہی بلکہ لوگوں میں ایسا داعیہ پیدا ہونے لگا کہ ایک مسئلہ ایک عالم سے معلوم کیا اس میں نفس کو تنگی محسوس ہوئی تو دوسرے سے اسی پر قناعت نہیں کی گئی سہولت معلوم ہوئی تو بس اسی کو اختیار کر لیا پھر اسی پر قناعت نہیں کی گئی۔ بلکہ ہر مسئلہ میں اس کی فکر لگی کہاں سے سہولت کا جواب ملتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ طلب حق کا داعیہ نہیں۔ اس میں بعض دفعہ بڑی خرابی پیدا ہو جاتی ہے مثلاً کسی باوضو آدمی نے بیوی کو ہاتھ لگایا اس سے کسی شافعی المذہب نے کہا کہ وضو دوبارہ کرو کہ یہ ہاتھ لگانا ناقض وضو ہے تو یہ شخص جواب میں کہتا ہے کہ میں امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرتا ہوں ان کے نزدیک ناقض وضو نہیں بلکہ اس وضو سے نماز درست ہے پھر

اس نے قے کی اس پر ایک حنفی المذہب نے کہا کہ وضو دوبارہ کرو کیوں کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قے ناقض وضو ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں امام شافعیؒ کے مذہب کی تقلید کرتا ہوں ان کے نزدیک ناقض وضو نہیں بلکہ اس وضو سے نماز درست ہے اب یہ شخص اگر اسی وضو سے نماز پڑھے گا تو اس کی نماز نہ امام شافعیؒ کے نزدیک درست ہوگی نہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک درست ہوگی اسی کا نام تلفیق ہے جو کہ بالاجماع باطل اور ناجائز ہے۔ در حقیقت یہ طریقہ اختیار کرنا امام شافعیؒ کی تقلید ہے نہ امام ابوحنیفہؒ کی تقلید ہے بلکہ یہ تو خواہش نفسانی کا اتباع ہے جو کہ شرعاً ممنوع ہے اس کا نتیجہ خدا کے راستہ سے ہٹنا اور بھٹکنا ہے۔ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ[1] اسلئے ضروری ہوا کہ ایک ہی امام کی تقلید کی جائے چونکہ قرآن پاک نے اتباع کو انابت کے ساتھ مربوط کیا ہے وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ[2] اِلَيَّ اس بناء پر مجموعی حالات سے کسی کو امام ابوحنیفہ کے متعلق ظن غالب حاصل ہوا کہ منیب و مصیب ہیں یعنی ان کا اجتہاد قرآن و حدیث کے زیادہ موافق ہے اس نے ان کی تقلید اختیار کی کسی کو امام مالکؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ میں سے کسی کے متعلق یہ ظن غالب ہوا اس نے ان کی تقلید کی اب یہ درست نہیں کہ اپنے امام کو چھوڑ کر جب دل چاہا کسی دوسرے کے مذہب پر عمل کر لیا کیوں کہ بغیر اجازت شرعیہ کے اس میں تلفیق بھی ہو جاتی ہے اور خواہش نفسانی کا اتباع ہے جس کا نتیجہ حق سے بُعد اور گمراہی ہے چنانچہ مولانا محمد

---

[1]...... سورہ ص آیت ۲۶، **ترجمہ**:- اور آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا کہ وہ خدا کے راستے سے تم کو بھٹکا دیگی۔ (از بیان القرآن)

[2]...... سورہ لقمان آیت ۱۵،

ترجمہ:- اور اس شخص کی راہ پر چلنا جو میری طرف رجوع ہو (از بیان القرآن)

حسین صاحب نے زمانۂ دراز تک تقلید کی مخالفت کرتے رہنے کے بعد تقلید نہ کرنے کے تلخ تجربات سے متأثر ہوکر اپنے رسالہ (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۱ عدد ۲ ص ۵۳) میں لکھا ہے۔

"پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں ان میں بعض عیسائی ہوجاتے ہیں اور بعض لا مذہب جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے فسق و خروج تو اس آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے۔"

(سبیل الرشاد ص:۱۲)

اسی وجہ سے صدیوں سے بڑے بڑے بے شمار متبحر علماء جن کو قرآن پاک میں گہری بصیرت ہے اور علم حدیث و آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کا بے شمار خزانہ جنکی نظروں کے سامنے ہے اور خشیت و تقوی سے جن کے قلوب مالا مال ہیں اور جو اپنی زندگی کا ہر گوشہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے چراغ سے روشن کرتے ہیں وہ ان سب فضائل و کمالات کے باوجود تقلید ہی کو اختیار کرتے آئے ہیں۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو یہ کمالات اپنے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتباع اور اپنے دین کے خدام اولیاء کرام، مجتہدین عظام کی تقلید و احترام کے طفیل میں عطا فرمائے تو غالبًا مبالغہ نہ ہوگا۔ فقط

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ تَعَالٰی اَعْلَم

کیا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب بھی مقلد تھے؟

سوال: — حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ مقلد تھے یا غیر مقلد، اگر مقلد تھے تو

انکا مسلک کیا تھا؟ یہاں بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ غیر مقلد تھے، حوالہ کتب معتبرہ سے مدلل بیان فرمائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!: حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ علوم واسعہ افکار عمیقہ اخلاق فاضلہ، اعمال صالحہ، تزکیۂ نفس، طہارت باطن، نسبت قویہ، مکاشفۂ صحیحہ کی دولت سے مالا مال تھے۔ جہاں کسی چیز میں کوئی اشکال ہوا فوراً روحانیت نبویہ سے حل کرلیا۔ آثار صحابہ گویا سب کے سب نظروں کے سامنے تھے۔ ان کے مذاہب سے واقفیت حاصل تھی ائمہ مجتہدین کے اصول استنباط اور ماخذ مسائل پر پورا عبور تھا۔ تطبیق بین الروایات میں ملکۂ تامہ تھا ناسخ ومنسوخ کے حافظ تھے وغیرہ وغیرہ۔ ان اسباب کی بناء پر آپ تقلید کی ضرورت محسوس نہیں فرماتے تھے طبیعت کو اس سے انکار تھا لیکن حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تقلید پر مجبور فرمایا۔ تقلید کے علاوہ اور بھی بعض چیزیں ایسی ہیں کہ تقاضائے طبعی کے خلاف ان پر مامور کئے گئے چنانچہ لکھتے ہیں۔ **وثانیھا الوصاۃ بالتقید بھٰذہ المذاھب الاربعۃ لااخرج منھا والتوفیق مااستطعت وجبلتی تابی التقید وتأنف منہ راساً ولکن شئ طلب منی التعبد بہ بخلاف نفسی اہ فیوض الحرمین ص ۶۵** اس سے مطلق تقلید کے ساتھ مقید ہونا معلوم ہوا۔ نیز وہ تقلید مذاہب اربعہ میں محصور ہے۔

مذہب حنفی کی ترجیح کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

عرفنی رسول اللہ ﷺ ان فی المذھب الحنفی طریقۃ انیقۃ ھی اوفق الطرق بالسنۃ المعروفۃ التی جمعت ونقحت فی زمان البخاری واصحابہ وذٰلک ان یؤخذ من اقوال الثلثۃ قول

اقربهم بها فی المسئلة ثم بعد ذٰلک یتبع اختیار الفقهاء الحنفیین الذین کانوا من علماء الحدیث فرب شیء سکت عنه الثلاثة فی الاصول وما تعرضوا لنفیه ودلت الاحادیث علیه فلیس بدمن اثباتِه والکل مذهب حنفی اه (فیوض الحرمین:۴۸)

۱۱۷۶ھ میں وفات ہے اسی ۱۱۷۶ھ میں اخیر مرتبہ بخاری شریف پڑھائی ہے اور مولوی چراغ صاحب کیلئے سند اپنے قلم سے لکھی ہے جو کہ بخاری شریف کے ساتھ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہے اس میں اپنے نام کے ساتھ حنفی لکھا ہے اور حضرت شاہ رفیع الدین صاحب کی تصدیق ہے کہ یہ میرے والد کی تحریر فرمودہ ہے۔ نیز شاہ عالم کی مہر بھی اس تصدیق پر موجود ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیر تک حنفی رہے کسی کو یہ کہنے کی مجال نہیں کہ بعد میں غیر مقلد ہو گئے تھے۔ نعوذ باللہ عنہ، البتہ حسب وسعت جمع فرماتے تھے ادلہ کی قوت وضعف سے بھی بحث فرمایا کرتے تھے جس سے بعض کو شبہ ہو جایا کرتا تھا۔ فقط

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ تَعَالٰی اَعْلَم

تقلید شخصی کا ثبوت

سوال:۔تقلید شخصی واجب ہے یا فرض، نیز تقلید کرنے کیلئے اقوال نبوی ہیں یا نہیں؟
الجواب حامداً ومصلیاً!: تقلید شخصی واجب ہے، کیونکہ احکام شرعیہ دو قسم پر ہیں
اول منصوص دوم غیر منصوص۔ پھر منصوص دو نوع پر ہیں، اول متعارض، دوم
غیر متعارض۔ پھر تعارض کی دو صورتیں ہیں، اول معلوم التقدیم والتاخیر،
دوم غیر معلوم التقدیم والتاخیر۔

پس احکام منصوصہ غیر متعارضہ اور متعارضہ معلوم التقدیم والتاخیر میں تو
کوئی اشکال نہیں اور نہ ہی ان میں تقلید کی ضرورت، لیکن احکام غیر منصوصہ اور
منصوصہ متعارضہ غیر معلوم التقدیم والتاخیر میں تقلید کی ضرورت ہے، اور بجز تقلید
کوئی چارۂ کار نہیں، کیونکہ یہ دو حال سے خالی نہیں، یا ان پر کچھ عمل نہ کرے گا یا
کچھ کریگا، اگر کچھ نہ کیا تو نص "**اَیَحْسَبُ الاِنْسَانُ اَنْ یُتْرَکَ سُدَیً**" اور
"**اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَا کُمْ عَبَثًا**" کی مخالفت لازم آئے گی، اگر کچھ
عمل کیا تو احکام غیر منصوصہ میں بلا علم اور منصوصہ متعارضہ غیر معلوم التقدیم
والتاخیر میں بلا تعین کسی جانب کے ممکن نہیں، پس علم تعین حکم نص تو ہو نہیں سکتا،
کیونکہ غیر منصوصہ میں نص موجود نہیں اور منصوصہ متعارضہ غیر معلوم التقدیم
والتاخیر میں تعارض ہوا، اور تقدیم و تاخیر کا علم نہیں تعین ہو تو کیسے ہو، لہٰذا ان
دونوں میں قیاس کی ضرورت پیش آئی، اول یعنی غیر منصوص میں نفس علم کے لئے
اور ثانی یعنی منصوصہ متعارضہ غیر معلوم التقدیم والتاخیر میں تعین کے لئے پس

قیاس یا ہر شخص کا شرعاً معتبر ہو کہ جو کچھ کسی کی سمجھ میں آئے یا بعض کا معتبر ہو، بعض کا نہیں کل کا تو معتبر ہو نہیں سکتا۔ **لقولہ تعالیٰ:**

"وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰى اولِى الاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ"

ترجمہ:- اور اگر یہ لوگ اس کو رسول کے اور جو ان میں ایسے امور سمجھتے ہیں ان کے اوپر حوالہ رکھتے تو اس کو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے، جو ان میں اس کی تحقیق کرلیا کرتے ہیں۔ (از بیان القرآن)

لہٰذا بعض کا معتبر ہوگا، جس کا قیاس شرعاً معتبر ہے اس کو مجتہد و مستنبط کہتے ہیں اور جس کا قیاس شرعاً معتبر نہیں اس کو مقلد کہتے ہیں، اور مقلد پر مجتہد کی تقلید واجب ہے۔ "**لقولہ تعالیٰ:**

"واَتّبِع سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ"

ترجمہ:- اور اس شخص کی راہ پر چلنا جو میری طرف رجوع ہو۔ (از بیان القرآن)

اب جاننا چاہئے، ائمہ اربعہ کے تاریخی حالات سے بالیقین معلوم ہوا کہ وہ "مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ" کے عموم میں داخل ہیں پس ان کا اتباع بھی ضروری ہوا، رہی یہ بات کہ مجتہد تو بہت سے گذرے ہیں کسی دوسرے کی تقلید کیوں نہ کی جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اتباع کیلئے علم سبیل ضروری ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ ائمہ اربعہ کے سوا کسی مجتہد کا سبیل بہ تفصیل جزئیات و فروع معلوم نہیں کیونکہ کسی کا مذہب اس طرح مدون موجود نہیں، کسی کا اتباع کیونکر ممکن ہے۔

لہٰذا ائمہ اربعہ میں سے ہی اتباع کرنا ہوگا، ایک بات اور باقی رہی وہ یہ کہ ائمہ اربعہ میں سے ایک ہی کی تقلید کیوں ضروری ہے، یعنی تقلید شخصی کیوں واجب ہے، بلاتعین ائمہ اربعہ کے مذہب کا اتباع کیوں کافی نہیں، اس کی وجہ یہ

ہے کہ مسائل دو قسم کے ہیں، اول مختلف فیہا دوم متفق علیہا مسائل متفق علیہا میں تو سب کا اتباع ہوگا، اور مختلف فیہا میں تو سب کا اتباع نہیں ہوسکتا، بعض کا ہوگا بعض کا نہ ہوگا، لہٰذا ضروری ہے کہ کوئی وجہ ترجیح ہو، سو اللہ نے اتباع کو انابت الی اللہ پر معلق فرمایا، جس امام کی انابت الی اللہ زائد معلوم ہوگی، اس کا اتباع کیا جائے گا، اب تحقیق زیادہ انابت کی بالتفصیل کی جائے گی، یا اجمالاً، تفصیلاً یہ کہ ہر فرع و جزئی مختلف فیہ میں دیکھا جائے کہ حق کس کی جانب ہے، اجمالاً یہ کہ ہر امام کے مجموعہ حالات و کیفیات پر نظر کی جاوے کہ غالبا کوئی حق پر ہوگا، اور کسی کی انابت زائد ہے، صورت اولیٰ میں حرج اور تکلیف مالا یطاق کے باوجود مقلد مقلد نہ ہوا، بلکہ اپنی تحقیق کا متبع ہوا، نہ دوسرے کے سبیل کا وہو خلاف المفروض پس صورت ثانیہ متعین ہوگئی کہ کسی کو امام اعظم ابوحنیفہؒ پر ان کے مجموعۂ حالات سے یہ ظن غالب واعتقاد راجح ہوا کہ یہ منیب ومصیب ہیں، کسی کو امام شافعیؒ پر کسی کو امام مالکؒ پر کسی کو امام احمد بن حنبلؒ پر اس لئے ہر ایک نے اسی کا اتباع اختیار کیا، اور جب ایک کے اتباع کا بوجہ علم بالانابۃ اجمالاً کے التزام کیا گیا تو اب بعض جزئیات کا بلا کسی وجہ قوی یا ضرورت شدیدہ کے اس کی مخالفت سے شق اول عود کرے گی، وقد ثبت بطلانہ پس اس تقریر سے چند مسائل ثابت ہوئے۔

(۱)......وجوب تقلید مطلقاً۔

(۲)......تقلید ائمہ اربعہ خصوصاً انحصار فی المذاہب الاربعہ۔

(۳)......وجوب تقلید شخصی۔

(۴)......مقلد اپنے امام کے اقوال کی تقلید کرے گا۔

(۵)......اور ان مسائل پر عمل کرے گا۔ جو اس کے امام نے قرآن کریم اور احادیث سے استنباط کئے ہیں۔

(٦)...... اور مقلد کو یہ حق نہیں کہ اقوال نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود مسائل کا استنباط کرے کیونکہ اس میں استنباط کی قوت نہیں، جیسا کہ مقلد کی تعریف سے معلوم ہو چکا، البتہ مسائل منصوصہ ظاہر الدلالۃ غیر متعارضہ معلومۃ التقدیم والتاخیر میں نص کے موافق عمل کرے گا۔ کما مر سابقا.

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

احسن الفتاویٰ میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد نعمانی تحریر فرماتے ہیں:

تقلید شخصی کا وجوب

واجب کی دو قسمیں ہیں، واجب لعینہٖ، واجب لغیرہٖ۔ واجب لغیرہ کا مطلب یہ ہے کہ اس کام کی تاکید شریعت نے نہ کی ہو، مگر شریعت نے جن امور کو واجب قرار دیا ہو ان کی تعمیل بدون ان کے عادۃً ناممکن ہو، اس لئے یہ امر بھی واجب ہوگا، "لان مقدمة الواجب واجب" جیسے قرآن وحدیث کے جمع وکتابت کی شرعیت میں کہیں تاکید وارد نہیں، لہٰذا اسے واجب کہا جاتا ہے، اسی طرح تقلید شخصی واجب لغیرہ ہے، کیونکہ تقلید شخصی کے ترک میں ایسے مفاسد ہیں کہ ان سے احتراز واجب ہے۔

ترک تقلید کے مفاسد

(۱)...... تقلید شخصی نہ کرنے سے دین میں جو خلل پڑتا ہے وہ تجربہ اور مشاہدہ سے متعلق ہے، اس زمانہ میں طبائع میں آزادی اور نفس پرستی کا غلبہ بالکل ظاہر ہے، جس کی احادیث فتن میں پیش گوئی کی گئی ہے، یہ حقیقت اہل علم حضرات پر مخفی نہیں، اس دور میں اجتہاد کی اجازت دینے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ

اگر کسی نے قرآن کریم اور مشکوۃ شریف کا ترجمہ دیکھا ہوتو وہ بھی یہی کہے گا کہ دوسروں کا اجتہاد معتبر ہے، تو میرا کیوں معتبر نہیں؟ جب اجتہاد ایسا عام ہوگا تو احکام میں جو تحریف اور تصریف پیش آئے گی اس کا غیر مقلدین بھی انکار نہیں کر سکتے، بعض نو مولود مجتہدین یہ کہنے لگیں گے کہ جب مجتہدین سابقین نے اپنی قوت اجتہاد سے بعض نصوص کو معلل سمجھا ہے اور ان کا قول معتبر اور مقبول ہوا تو ہم بھی اگر ایسا کریں تو کیا خرابی ہے، حالانکہ اس طرح سے اگر نصوص پر ہر کسی کو دست اندازی کی اجازت دیدی جائے تو وہ بازیچۂ اطفال بن کر رہ جائیگی، ترک تقلید سے کیا کیا فتنے ظاہر ہوئے اور الحاد کس حد تک پھیلا ہے، یہ اظہر من الشّمس ہے، کسی نے ترک تقلید کے بعد خدائی کا دعویٰ کیا، کسی نے نبوت کا، کسی نے مہدیت کا، کسی کا انکار تقلید انکارِ حدیث تک مفضی ہوا، اور کسی نے مجددیت کے روپ میں پوری امتِ مسلمہ کو گمراہ قرار دیکر اسلام کی بنیادیں متزلزل کرنے کی کوشش کی، بحمد للہ تعالیٰ آج تک کوئی مقلد ان ضلالتوں میں مبتلا نہیں ہوا۔

یہ سب فتنے عدم تقلید کے ہیں!
کہ جن میں بوالہوس اوندھے گرے ہیں

(۲)......اگر تقلید غیر شخصی کی اجازت دیدی جائے تو ہوائے نفسانی کے غلبہ کی وجہ سے نفس کو جو مسئلہ جس امام کا آسان اور موافق مقصد مل جائے گا، اس پر عمل کرتا جائے گا۔ مثلاً ''مس مرأۃ'' کیا تو یہ کہے کہ میں حنفی ہوں، اور پھر خون نکل آیا تو یہ کہے کہ میں شافعی المسلک ہوں، اگر یہ دونوں امر پیش آئیں اور وہ مندرجہ بالا تاویل کر کے نماز پڑھ لے تو اس کی نماز باتفاق ائمہ نہ ہوئی، مگر وہ غلبۂ غرض پرستی کی وجہ سے اس حالت میں بھی بے وضو

نماز پڑھتا رہے گا، اور یہ خالصۃً دین کو نفس کے تابع بنانا ہے۔
(۳)......تقلید شخصی کے ترک سے عوام میں لاابالی پن اور آپس میں نااتفاقی اور منافرت پیدا ہوتی ہے، حضرت تھانوی قدس سرہ العزیز نے کیا خوب فرمایا کہ ترک تقلید شخصی سے یہ امور خمسہ بلاشبہ خلل پذیر پذیر ہوجاتے ہیں۔
(۱) علم وعمل میں نیت کا خالص ہونا۔ (۲) خواہش نفسانی پر دین کا غلبہ رکھنا، یعنی خواہش نفسانی کو دین کے تابع بنانا، دین کو اس کے تابع نہ بنانا۔ (۳) ایسے امر سے بچنا جس میں اندیشہ قوی اپنے ضرر دین کا ہو۔ (۴) اہل حق کے اجماع کی مخالفت نہ کرنا۔ (۵) دائرۂ اسلام سے نہ نکلنا، اور تقلید شخصی میں اس خلل کا معتد بہ انسداد اور علاج ہے۔ (الاقتصاد:۳۹)

مقدمۃ الواجب واجب

حکیم الامت قدس سرہٗ کے حوالے سے اوپر جو امور خمسہ ذکر ہوئے وہ بالاتفاق ضروری اور واجب ہیں، اور تقلید شخصی کو چھوڑنے سے ان میں خلل واقع ہوتا ہے، چونکہ تقلید شخصی ان امور خمسہ کی حفاظت کے لئے مقدمہ ہے، اور یہ امور واجب ہیں، اس لئے تقلید شخصی بھی بقاعدہ ''مقدمۃ الواجب واجب'' واجب ہوجائے گی، اور یہ قاعدہ ایسا ہے کہ نہ صرف مسلمانوں میں بلکہ سب ملل میں مسلم ہے، اس لئے اس پر کسی دلیل کی ضرورت تو نہ تھی تاہم تبرعا ایک حدیث پیش خدمت ہے:

''عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ عَلِمَ الرَّمْيَ ثُمَّ تَرَكَهٗ فَلَيْسَ مِنَّا اَوْ قَدْ عَصٰى.'' رواه مسلم. (مشکوۃ شریف:۲۲۸)

ظاہر ہے کہ تیراندازی دین میں کوئی عبادت مقصودہ نہیں، لیکن چونکہ اعلاء کلمۃ اللہ واجب ہے، اور بوقت ضرورت تیراندازی اس کے لئے مقدمہ کی حیثیت رکھتی ہے، اس لئے اسے بھی واجب قرار دیا اور اسے سیکھ کر بھلانے والے کو عاصی فرمایا گیا، اس سے واضح ہوگیا کہ ترک تقلید میں دینی خطرات کا علم ہوجانے کے باوجود اس سے رکنا عصیان میں داخل ہے، جو مفضی الی اشدہ بھی ہوسکتا ہے۔ (اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ)

عقل شاہد ہے

عقل شاہد ہے کہ متعدد مجتہدین کی تقلید کرنے میں سب سے بڑی اور واضح خرابی یہ ہے کہ کبھی بے علمی کی وجہ سے غیر مجتہد کی تقلید کا طوق گلے میں پڑ جاتا ہے، جو بالاتفاق حرام ہے، بلکہ زمانہ کی روش یہ بتلا رہی ہے کہ متعدد مجتہدین کی تقلید طبیعت میں ایسی آزادی اور سہولت پسندی پیدا کردیتی ہے کہ بسا اوقات اس سے بہت تباہ کن نتائج برآمد ہوتے ہیں، جب آزادی حاصل کرنے کا شوق ہوا تو بعض طبائع اسقدر سہولت پسند ہوگئیں اور انہوں نے اس میدان کو اس قدر وسعت دینا شروع کی کہ بالآخر وہ اضلال واغواء کی انتہاء کو پہونچ گئے۔

تقلید شخصی پر اجماعِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ "ازالۃ الخفاء" میں فرماتے ہیں:

"وفی الجملہ طریق مشاورت در مسائل اجتہادیہ وتتبع احادیث از مظان آن کشادہ شد معہٰذا بعد عزم خلیفہ بر چیزے مجال مخالفت نبود وبدون استطلاع رائے خلیفہ کارے را مصمم نمے ساختند لہٰذا دریں عصر

اختلاف مذہب وتشتت آراء واقع نہ شد ہمہ بریک مذہب متفق وبریک
راہ مجتمع وآں مذہب خلیفہ ورائے آں بود، روایت حدیث وفتویٰ وقضاء
ومواعظ مقصود بوددر خلیفہ۔'' (ازالۃ الخفاء مقصد دوم)

اسی سلسلہ میں ہم دو ثبوت اور پیش کرتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقرر فرمودہ قانون اور خیر القرون میں اہل مدینہ کا تعامل اس قانون اور تعامل پر کسی صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی کوئی اعتراض نہ کرنا اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا بیّن ثبوت ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اعلام الموقعین للحافظ ابن قیم اور سنن دارمی میں منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ قاعدہ مقرر فرمایا تھا کہ جس مسئلہ میں کوئی حدیث نہ ملے اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتوے پر عمل کیا جائے، اگر آپ کا فتویٰ نہ ملے تو علماء کے مشورہ سے جو امر طے پائے اس کی تعمیل کی جائے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فیصلے سے تقلید شخصی کی اہمیت اور ضرورت کا اندازہ لگائیے! خود محدث، فقیہ، مجتہد اور تمام کمالات کے جامع ہونے کے باوجود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کا التزام فرمایا، اور عمر بھر آپ کے فتاویٰ کے مطابق حکم دیتے رہے۔

اہل مدینہ اور تقلید شخصی

رَوَی الْبُخَارِیُّ فِیْ بَابِ اِذَا حَاضَتِ الْمَرْاَۃُ بَعْدَ مَا اَفَاضَتْ
''عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ عِکْرَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اِنَّ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ

سَأَلُوْا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا عَنْ اِمْرَأَةٍ طَافَتْ ثُمَّ حَاضَتْ قَالَ لَهُمْ تَنْفِرُ قَالُوْا لَا نَأْخُذُ بِقَوْلِکَ وَنَدَعُ قَوْلَ زَیْدٍ" (اِلیٰ قَوْلِهٖ) رَوَاهُ خَالِدٌ وَقَتَادَةُ عَنْ عِکْرِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمْ قَالَ الْحَافِظُ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ زَادَ الثَّقَفِيُّ فَقَالُوْا لَانُبَالِيْ اَفْتَیْتَنَا اَوْ لَمْ تُفْتِنَا زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ یَقُوْلُ لَاتَنْفِرُ وَفِيْ رِوَایَةِ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ لَانُتَابِعُکَ یَا ابْنَ عَبَّاسٍ! وَاَنْتَ تُخَالِفُ زَیْداً" (فتح الباری:۳/۴۶۸)

اس روایت سے جس طرح یہ ثابت ہوا کہ اہل مدینہ حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کی تقلید شخصی کرتے تھے، اوران کے مقابلہ میں کسی کی بات سننے کو تیار نہ تھے، اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما یا کسی دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ نے ان مقلدین پر شرک یا گناہ کبیرہ کے ارتکاب کا فتویٰ نہیں دیا۔

امام العصر حضرت گنگوہیؒ اور تقلید شخصی

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ العزیز نے تقلید شخصی سے متعلق مختلف سوالات کے جواب میں مفید بحثیں تحریر فرمائی ہیں، ذیل میں فتاویٰ رشیدیہ: ۱۸۱/۱۸۰، سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے، تقلید مطلق فرض ہے۔ لقولہ تعالیٰ: "فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون" الآیة. حق تعالیٰ شانہ نے اس آیت میں مطلق تقلید کو فرض فرما دیا ہے، اور تقلید کے دو فرد ہیں، ایک شخصی کہ سب مسائل ایک ہی عالم سے پوچھ کر عمل کرے، دوسرے غیر شخصی کہ جس عالم سے چاہے دریافت کرلیوے، اور آیت بسبب اپنے اطلاق کے دونوں قسم کی

تقلید کو متضمن ہے، لہٰذا دونوں قسم تقلید کی مأمور من اللہ اور مفروض حق تعالیٰ کی طرف سے ہیں، اور جس قسم تقلید پر کوئی عمل کریگا حق تعالیٰ کے حکم فرض کا عامل ہوگا، لہٰذا جو شخص تقلید شخصی کو جو مأمور ومفروض من اللہ تعالیٰ ہے، شرک یا بدعت کہتا ہے وہ جاہل وگمراہ ہے، کیونکہ حق تعالیٰ کی مخالفت میں حق تعالیٰ کے مفروض کو شرک کہتا ہے، اور نہیں جانتا کہ حق تعالیٰ شانہ نے جہاں مطلق حکم دیا ہے، مکلّف کو مختار فرمایا ہے کہ جس فردِ مقید پر چاہے عمل کرے، کیونکہ مطلق کا من حیث الاطلاق کہیں خارج میں وجود نہیں ہوتا، بلکہ اپنے افراد کے ضمن میں خارج میں موجود ہوتا ہے۔ مثلاً انسان کا وجود من حیث الاطلاق کہیں جدا نہیں پایا جاتا، بلکہ اپنے افراد کے ضمن میں ہی خارج میں ہوتا ہے، ایسا ہی تقلید کا وجود جدا ہو، اور شخصی وغیر شخصی کا جدا ہو یہ ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا۔

تقلید جہاں کہیں ہوگی، شخصی کے ضمن میں یا غیر شخصی کے ضمن میں ہوگی، لہٰذا دونوں قسم میں مکلّف مختار ہے، جس پر چاہے عمل کرے، اور عہدۂ امر سے فارغ ہووے، پس مأمور من اللہ کو بدعت یا شرک کہنا خود معصیت ہے، بلکہ دراصل دونوں نوع تقلید کے جواز میں یکساں ہیں، مگر اس وقت میں کہ عوام الناس بلکہ خواص پر بھی ہوائے نفسانی کا غلبہ اور اعجاب کل ذی رأی برأیه ہے، اور تقلید غیر شخصی ان کی ہوا اور اعجاب کو عمدہ ذریعہ جواز واجراء کا ہوجاتا ہے، اور موجب لاابالی پن کا دین کی طرف سے اور سبب زبان درازی وتشنیع کا شان مسلمین وائمۂ مجتہدین میں ان کے واسطے بن جاتا ہے، اور باعث تفرقہ وفساد کا باہم مسلمین میں ہوتا ہے، چنانچہ یہ سب مشاہدہ ہے، لہٰذا ایسے وقت میں تقلید غیر شخصی کا اختیار کرنا اس وجہ سے کہ جہان میں مفاسد برپا ہوتے ہوں درست نہیں رہا۔ اور فقط شخصی امتثال امر فاسئلوا کے واسطے معین ومشخص بحکم شرع ہوگیا ہے،

کیونکہ اتفاق اور اتحاد رکن اعظم دین اسلام کا ہے، تو اس کی محافظت بھی فرض اعظم ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ''وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَلاَ تَفَرَّقُوْا'' الآية. ''اِنَّ اللّٰهَ لاَ يُحِبُّ الْفَسَادَ'' الآية. اور اکثر احادیث اس باب میں وارد ہیں، لہٰذا محافظت اس فرض اعظم کے واسطے اور رفع ان مفاسد وشنائع کی ضرورت سے ایک شق **مأمور علی التخییر** سوال کو ترک کرنا، اور دوسری شق کو جو معین ومقوی ہے، اس فرض اعظم کو اور دافع شنائع مذکورہ کو ہے، اختیار کرنا عین حکم صحابہ وختم شارع علیہ السلام ہوگیا ہے، چنانچہ قرأت قرآن شریف کی سبعہ احرف میں مخیّر تھی، اور باجماع صحابہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو منع کر کے ایک لغت قریش میں مقصور کر دیا، اور یہ محض رفع فساد اور تفرقہ کی وجہ سے ہوا تھا، صحیح بخاری اس کی شاہد ہے، اور خود فخر دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قتل ذوالخویصرہ کے باب میں جو واجب القتل بسبب کلمات کفر وگستاخی فخر دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تھا، فرمایا تھا:

''دَعْهُ فَاِنَّ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ اَصْحَابَهٗ'' اور یہ حکم بسبب فتنہ کے ہوا تھا۔ لاغیر الحاصل ایسے وقت نازک میں تقلید شخصی واجب مشخص ہے، اور غیر شخصی ان فتن مشاہدہ کے سبب ممنوع ہے، البتہ اگر کہیں یہ فساد غیر شخصی میں نہ پایا جائے تو وہ بھی مأمور علی التخییر ہے، مثل شخصی کے، پس واضح ہوگیا کہ تقلید شخصی واجب ہے، اور اس کو بدعت یا شرک کہنا جہل محض ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: الاحقر رشید احمد گنگوہی

۶ / ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

جس طرح جسمانی علاج کے لئے کسی ڈاکٹر کی طرف رجوع اور دنیاوی حکومت کا قانون معلوم کرنے کے لئے کسی وکیل کی طرف رجوع ضروری ہے، پھر اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ مختلف اوقات میں مختلف ڈاکٹروں اور مختلف وکیلوں کی طرف رجوع کیا جائے، دوسری یہ کہ ہمیشہ ایک ہی ڈاکٹر ایک ہی وکیل سے تعلق رکھا جائے، دونوں صورتوں میں سے جس پر بھی عمل کر لیا جائے مقصود حاصل ہے، بعینہٖ اسی طرح علاج روحانی وحکومت ربانی کا قانون معلوم کرنے کے لئے کسی حاذق کی تقلید بنصِ قرآنی فرض ہے، جو شخصی وغیر شخصی دونوں صورتوں کو شامل ہے، ان دونوں میں سے جس صورت پر بھی عمل کر لیا اسے فرض ہی کہا جائے گا، پھر اگر کسی عارض سے دوسرے ڈاکٹر یا وکیل کی طرف رجوع متعذر ہو تو عمل کے لئے صرف دوسری ہی سورت متعین ہو جائے گی، اسی طرح تقلید غیر شخصی قبائح مذکورہ کی وجہ سے متعذر شرعی ہوگئی تو نص قرآنی کی تعمیل کے لئے تقلید شخصی ہی متعین ہوگئی، چنانچہ اسی بناء پر ایک ہی واقعہ میں ایک ہی شخص کی تقلید بالاتفاق فرض ہے، کیونکہ واقعہ واحدہ میں متعدد علماء کی تقلید متعذر عقلی وشرعی ہے، جیسے کہ ایک وقت میں ایک ہی ڈاکٹر کا علاج ضروری ہے، یہ ادائے فرض کی دو صورتوں میں سے ایک کی تعیین کی واضح مثال ہے، اسی طرح صدقۃ الفطر قربانی اور کفارات کے حکم کی تعمیل کی مختلف صورتوں میں سے اگر صرف ایک ہی صورت میسر ہو تو ادائے واجب صرف اسی ایک صورت میں منحصر ہو جائے گا، اس تقریر سے واضح ہوا کہ تقلید شخصی کو فرض لغیرہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ فرض کی دو صورتوں میں سے ایک پر انحصار عوارض کی وجہ سے ہوا، ورنہ فی نفسہٖ تقلید شخصی مطلق تقلید کا ایک فرد ہونے کی وجہ سے فرض لعینہٖ ہے، جس طرح کفارہ میں صوم فرض لعینہٖ ہے، اور اس کی تعیین لغیرہ ہے، گوش حقیقت نیوش ہو تو اتنی مختصر سی بات بھی کافی

ہے، ورنہ دلائل کی بھرمار بھی لاحاصل ہے۔ ؎

طوفانِ نوح لانے سے اے چشم فائدہ؟

دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں!

(احسن الفتاویٰ:۱/۱۴۹)

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب قدس سرہٗ کا ایک مضمون تقلید کی خوبیوں سے متعلق ملاحظہ ہو۔

تقلید کی خوبیاں

اس دور پرفتن میں جبکہ ہر طرف الحاد و بے دینی پھیلی ہوئی ہے، جس طرح ائمہ کی تقلید میں دلجمعی اور دین مبین کی حفاظت ہے ترک تقلید میں اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں، اس سے یہ معلوم ہوا کہ تقلید کا مقصد دین مبین کی بحسن وخوبی حفاظت ہے، اور جس چیز میں دین کی حفاظت ہوتی ہے اس کی خوبی میں کس کو کلام ہے، لیکن پھر بھی تبرعاً تقلید کی خوبی اور ترک تقلید کی برائیوں کے بیان کے لئے ہم پانچ حضرات کو بطور شہادت پیش کرتے ہیں، جن میں سے تین حضرات کو خود اہل حدیث اپنے سرخیل شمار کرتے ہیں، اس لئے ”**وشهد شاهد من اهلها**“ کا مصداق ہوگیا۔

عبدالوہاب شعرانی کی شہادت:

قطب ربانی شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

”فقد بان لک یا اخی مِمَّانَقَلْنَاهُ عَنِ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ وَغَیْرِهِمْ اِنَّ جَمِیْعَ الْاَئِمَّةِ الْمُجْتَهِدِیْنَ دَائِرُوْنَ مَعَ اَدِلَّةِ الشَّرِیْعَةِ حَیْثُ دَارَتْ وَاِنَّهُمْ کُلَّهُمْ مُنَزَّهُوْنَ عَنِ الْقَوْلِ بالرأئی فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ وَاِنَّ مَذْهَبُمْ کُلَّهَا مُحَرَّرَةٌ عَلَی الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ کَتَحْرِیْرِ الذَّهَبِ وَالْجَوْهَرِ وَاِنَّ اَقْوَالَهُمْ وَمَذَاهِبَهُم الْمَنْسُوْجِ مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ سُدَاهُ وَلَحِمَتُهٗ مِنْهُمَا وَمَابَقِیَ لَکَ عُذْرٌ فِیْ التَّقْلِیْدِلِاَیِّ مَذْهَبٍ شِئْتَ مِنْ مَذَاهِبِهِمْ فَاِنَّهَا کُلَّهَا طَرِیْقٌ اِلَی الْجَنَّةِ کَمَا سَبَقَ بَیَانُهٗ اَوَاخِرَ الْفَصْلِ قَبْلَهٗ وَاِنَّهُمْ کُلَّهُمْ عَلیٰ هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاِنَّهٗ مَا طَعَنَ اَحَدٌ فِیْ قَوْلٍ مِنْ اَقْوَالِهِمْ اِلَّا بِجهْلِهٖ بِهٖ اِمَّا مِنْ حَیْثُ دَلِیْلِهٖ وَاِمَّا مِنْ حَیْثُ دِقَّةِ مَدَارِکِهٖ عَلَیْهِ لاَ سَیِّمَا الْاِمَامُ الْاَعْظَمُ اَبُوْحَنِیْفَةَ النُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ الَّذِیْ اَجْمَعَ السَّلَفُ وَالْخَلَفُ عَلٰی کَثْرَةِ عِلْمِهٖ وَوَرْعِهٖ وَعِبَادَتِهٖ وَدِقَّةِ مَدَارِکِهٖ وَاِسْتِنْبَاطَاتِهٖ کَمَا سَیَأْتِیْ بَسْطُهٗ فِیْ هٰذِهِ الْفُصُوْلِ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَحَاشَاهُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ مِنَ الْقَوْلِ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ بِالرَّأْیِ لاَیَشْهَدُ لَهٗ ظَاهِرُ الْکِتَابِ وَلاَسُنَّةٍ. (میزان کبریٰ:۱/۵۵)

ترجمہ: ائمہ اربعہ وغیرہم کی طرف سے ہماری نقل کردہ عبارتوں سے میرے بھائی آپ کے لئے یہ بات بخوبی ظاہر ہوگئی کہ تمام ائمہ مجتہدین شرعی دلائل کے ساتھ رہتے ہیں، وہ جہاں بھی ہوں اور اللہ کے دین میں قول بالرائے سے محفوظ ہیں اور ان کے تمام مذاہب کتاب وسنت کے مطابق سونے وجواہرات کے مثل لکھے ہوئے ہیں اوران کے تمام اقوال ومذاہب اس کپڑے کے مثل ہیں جو کتاب وسنت سے بنا ہوا ہو جس کا تانا بانا دونوں کتاب وسنت کا ہو۔ان کے مذاہب میں سے جن کی چاہو تقلید کرنے میں تمہارے لئے کوئی عذر

باقی نہیں رہا اس لئے کہ وہ تمام جنت کے راستے ہیں جیسا کہ اس سے قبل فصل کے آخیر میں اس کا بیان گزر چکا اور وہ سب حضرات اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔

اوران کے اقوال میں کسی نے اعتراض نہیں کیا مگر یا تو اس کی دلیل سے ناواقفیت کی بنا پر یا اس میں اس کے مدارک کے دقیق ہونے کی بنا پر خاص طور پر امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ جن کے کثرت علم، پرہیز گاری، عبادت ان کے مدارک اور استنباطات کے دقیق ہونے پر سلف وخلف کا اجماع ہے جیسا کہ اس کی تفصیل ان فصلوں میں آئیگی انشاء اللہ اور وہ اللہ کے دین میں ایسے قول بالرائے سے کہ اس کے لئے کتاب وسنت کے ظاہر کی شہادت نہ ہو محفوظ ہیں۔ (میزان کبریٰ: ۱/۵۵)

شاہ ولی اللہؒ کی شہادت

دوسری شہادت سید الطائفہ مسند الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کی ہے آپ فرماتے ہیں:

"وفی ذالک (التقلید) من المصالح مالا یخفیٰ لاسیما فی ھذا لایام التی قصرت الھمم جداً وشربت النفوس الھواء واعجب کل ذی رائی برائه"

ترجمہ: اوراس تقلید میں وہ مصلحتیں ہیں جو پوشیدہ نہیں خاص طور پر اس زمانہ میں کہ لوگوں کی ہمتیں بہت پست ہوگئی ہیں اور نفسوں میں خواہشات کا غلبہ ہوگیا ہے۔ اور ہر ذی رائے اپنی رائے کے اعجاب میں مبتلا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مصر: ۱/۱۲۳)

اعلم ان فی الاخذ بھذه المذٰھب اربعة مصلحة عظیمة وفی الاعراض عنھا مفسدة کبیرة.

ترجمہ: جان لو کہ ان مذاہب اربعہ کے اختیار کرنے میں عظیم مصلحت ہے اوران سے اعراض کرنے میں فساد کبیر ہے۔(عقدالجید :۳۶)

واستفدت منہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثة امور خلاف ما کان عندی (الی قولہ) وثانیھا الوصاة بالتقید بھٰذه المذٰھب الاربعة لااخرج منھا. (فیوض الحرمین:۶۵)

ترجمہ: اور میں نے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تین چیزوں کا اپنی طبیعت کے خلاف استفادہ کیا ان میں دوسری چیز ان مذاہب اربعہ کے ساتھ مقید ہونے کی وصیت ہے کہ میں ان سے خروج نہ کروں۔(فیوض الحرمین:۶۵)

نواب صدیق حسن بھوپالی کی شہادت

تیسری شہادت فرقہ اہل حدیث کے امام رابع نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپال کی ہے آپ لکھتے ہیں:

”فقد نبت فی ھذا الزمان فرقة ذات سمعة ورياء تدعی لانفسھا علم الحدیث والقرآن والعمل بھما علی العلات فی کل شان مع انھا لیست فی شئی من اھل العلم والعمل والعرفان.“

(الحطة فی ذکر الصحاح السنة از نواب صدیق حسن)

ترجمہ: اس زمانہ میں ایک فرقہ ریاکار وشہرت پسند پیدا ہوگیا ہے جو اپنے لئے حدیث وقرآن کے علم اور ہر حالت میں ناقص ہونے کے باوجود ان ان پر عمل کا مدعی ہے حالانکہ وہ کسی چیز میں بھی اہل علم اور اہل عمل وعرفان میں

سے نہیں۔ (الحطہ فی ذکر الصحاح الستۃ، از: نواب صدیق حسن)

اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

"**فیاللہ العجب من این یسمون انفسھم موحدین المخصلین وغیرھم بالمشرکین وھم اشد الناس تعصبا وغلوا فی الدین.**"

ترجمہ: پس ہائے اللہ تعجب ہے وہ اپنے آپ کو موحدین مخلصین اور دوسروں کو مشرکین کس طرح کہتے ہیں جب کہ لوگوں میں سب سے زیادہ تعصب پسند اور سب سے زیادہ دین میں غلو کرنے والے ہیں۔

اسی مضمون کے اختتام پر لکھتے ہیں:

فما ھذا دین ان ھذا الا فتنۃ فی الارض وفساد کبیر. (حوالہ بالا)

ترجمہ: پس یہ دین نہیں یہ تو زمین میں بڑا فتنہ اور بھاری فساد ہے۔

مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کی شہادت

چوتھی شہادت مشہور اہل حدیث مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کی ہے۔

آپ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں۔ پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں کفر وارتداد فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دیندار کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا سبب ہے، مگر وہ اہل حدیث جو بے علم یا کم علم ہو کر ترک مطلق تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں، اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے جارہے ہیں۔ (رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر: ۲/۱۱، مطبوعہ ۱۸۸۸ء)

قاضی عبدالواحد صاحب خانپوری کی شہادت

پانچویں شہادت ایک غیر مقلد بزرگ قاضی عبدالواحد صاحب خانپوری کی ہے آپ فرماتے ہیں پس اس زمانے کے جھوٹے اہل حدیث مبتدعین مخالف سلف صالحین جو حقیقت ماجاء الرسول سے جاہل ہیں وہ صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں شیعہ روافض کے یعنی جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر ونفاق کے تھے، اور مدخل ملاحدہ وزنادقہ کا تھے اسلام کی طرف اسی طرح یہ جاہل اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں ملاحدہ اور زنادقہ منافقین کے، بعینہ مثل تشیع کے (الی ان قال) مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدہ تشیع ظاہر کر کے حضرت علیؓ اور حسینؓ کی غلو کے ساتھ تعریف کر کے سلف کو ظالم کہہ کر گالی دیدیں اور پھر جس قدر الحاد وزندقہ پھیلائیں کچھ پرواہ نہیں، اسی طرح ان جہال بدعتی کاذب اہل حدیثوں میں ایک دفعہ رفع یدین کر کے اور تقلید کا رد کرے، اور سلف کو ہتک کرے، مثل امام ابوحنیفہؒ کی جن کی امامت فی الفقہ اجماع امت کے ساتھ ثابت ہے اور پھر جس قدر کفر وبداعتقادی اور الحاد اور زندیقیت ان میں پھیلاوے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ایک ذرہ چین بجبیں بھی نہیں ہوتے اگرچہ علماء اور فقہاء اہل سنت ہزار دفعہ ان کو متنبہ کریں ہرگز نہیں سنتے **سبحان اللّٰہ ما اشبہ اللیلۃ بالبارحۃ،** اور سراسکا یہ ہے کہ......وہ مذہب وعقائد اہل السنۃ والجماعت سے نکل کر اتباع سلف سے مستنکف ومستکبر ہوگئے ہیں **فافھم وتدبر انتھی (التوحید والسنۃ فی رد اھل الالحاد والبدعۃ "الملقب بہ" اظھار کفر ثناء اللہ بجمیع اصول آمنت باللّٰہ: ۲۶۲)**

آپ نے مندرجہ بالا پانچ شہادتیں ملاحظہ فرمالیں جن میں ایک شافعی المسلک بزرگ ایک حنفی المسلک پیشوا اور تین حضرات اہل حدیث کے مانے ہوئے علماء میں سے ہیں بلکہ نواب صدیق حسن خانصاحب بھوپالی تو غیر مقلدین کے چوتھے امام ہیں، اس لئے ان حضرات سے ہماری استدعاء ہے کہ تقلید میں کیا نعمت خداوندی پنہاں ہے اور ترک تقلید میں کیا عذاب مار آستین بن کر چھپا ہوا ہے، اسے ذرا خود غور فرمائیں۔

آئندہ اوراق میں فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ کی گفتگو جو غیر مقلدین سے مختلف مواقع پر ہوئی، نقل کرتے ہیں، انصاف پسند اور حق کے متلاشی لوگوں کے لئے اس سے بہت کچھ فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔

قراءۃ خلف الامام پر ایک غیر مقلد سے دلچسپ مکالمہ

حضرت اقدس مفتی صاحب نورہ اللہ مرقدہ کانپور میں بخاری شریف کا درس دے رہے تھے کہ ایک صاحب آئے اور سوال کیا۔

سائل: قرأۃ خلف الامام کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ سبق کسی اور حدیث سے متعلق تھا، مگر انہوں نے بیٹھتے ہی یہ سوال کیا؟

حضرت: پہلے مجھے اپنے مخاطب کا موقف معلوم ہو جائے، تب جواب دونگا۔

سائل: میں اہل حدیث ہوں؟

حضرت: اب سوال کیجئے۔

سائل: قراۃ خلف الامام کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

حضرت: مجھے آپ کے سوال سے اذیت ہوئی۔

سائل: سوال سے بھی اذیت ہوتی ہے؟۔

حضرت: جی ہاں، بعض سوالات ایسے ہوتے ہیں کہ قرآن پاک میں ان کی ممانعت آئی ہے۔ ارشاد ہے:

"یایھا الذین امنوا لاتسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسئو کم."

[اے ایمان والو ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم سے ظاہر کردی جائیں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو۔] (بیان القرآن:۶۴/۳)

سائل: اذیت کی کیا وجہ ہے؟

حضرت: اذیت کی وجہ یہ ہے کہ آپ مجھ سے میرا خیال معلوم کر رہے

ہیں، کیا میرے خیال کی اتباع کریں گے؟ آپ کو معلوم کرنا چاہیئے، کہ حدیث اس سلسلہ میں کیا کہتی ہے؟

سائل: ہاں ہاں وہی مطلب ہے؟

حضرت: الحمدللہ آپ کا ضمیر اندر سے شہادت دے رہا ہے کہ میرا خیال وہی ہے جو حدیث شریف ہے اس کے خلاف نہیں، یعنی جو بات کہونگا حدیث سے کہونگا۔ تو سنئے!

''قرأۃ خلف الامام کی فرضیت ثابت نہیں۔''

سائل: فرضیت ثابت نہ ہونے کی کیا دلیل ہے؟

حضرت: مجھے آپ کے سوال سے پھر اذیت ہوئی۔

سائل: کیوں؟

حضرت: اس وجہ سے کہ حدیث میں ہے۔

''البینة علی المدعی'' [مدعی کے ذمہ گواہ پیش کرنا ہے۔]

حافظ ابن صلاح نے اپنے مقدمہ میں اس کے مشہور ہونے کی صراحت کی ہے لہذا دلیل کا مطالبہ مدعی سے ہونا چاہیئے، اور میں مدعی نہیں۔ اس لئے مجھ سے دلیل کا مطالبہ حدیث شریف کے خلاف ہے جو اہل حدیث سے بعید ہے لیکن چلئے پھر بھی بتلاے دیتا ہوں کہ فرضیت کے ثبوت کے لئے نص قطعی کی ضرورت ہے، یہاں نص قطعی موجود نہیں۔

سائل: میں دلیل دیتا ہوں۔

''لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب'' [اس کی نماز نہیں جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی۔]

حضرت: یہ کون سے پارے کی آیت ہے؟ یا کون سی سورت ہے؟ یہ تو خبر

واحد ہے آپ نص قطعی کا مفہوم بھی نہیں سمجھتے تو بہ تو بہ، تاہم حدیث آپ نے پیش کر ہی دی تو اس سے استدلال کا طریقہ بھی بتلا دیجئے، مجھے تو مدت سے خواہش تھی کہ کوئی اہل علم اور اہل فہم اہل حدیث مل جائے تو ان سے دریافت کروں کہ اس حدیث سے قرأۃ خلف الامام کی فرضیت کیسے ثابت ہوتی ہے۔

حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ نے نماز پڑھائی نماز سے فراغت کے بعد فرمایا:

"لعلکم تقرؤن خلف امامکم" [شاید تم اپنے امام کے پیچھے قرأت کرتے ہو۔]

اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا حکم نہیں دیا تھا، اور نہ اس وقت عام معمول قرأۃ خلف الامام کا تھا، ورنہ سوال کے کوئی معنی ہی نہیں تھے، اگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے کہ حضور! آپ نے ہی حکم دیا تھا، اس لئے ہم قرأت کرتے ہیں، اسی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی یہ دریافت نہ فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے امام کے پیچھے التحیات یا تسبیح، پڑھتا ہے اس واسطے کہ اس کو تمام لوگ پڑھتے تھے، الغرض بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دبے لفظوں میں کہا جی ہاں، حضور! ہم نے امام کے پیچھے تلاوت کی تھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لاتقرؤا الا بفاتحۃ الکتاب فانہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأبھا" **کذا فی بذل المجھود:۵۱.** [فاتحۃ الکتاب کے علاوہ کچھ مت پڑھو اس لئے کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو اس کو نہ پڑھے۔]

سائل: دیکھئے تو سہی۔

حضرت: ہاں ہے، ابھی بتا تا ہوں، ''لا تقرؤا'' نہی سے ایک چیز کو منع فرمارہے ہیں اور الا سے استثناء فرمارہے ہیں، نہی حرمت کو چاہتی ہے اور استثناء اثبات کو، دونوں کا محل الگ الگ ہونا چاہئے استثناء کا محل تو مذکور ہے، یعنی فاتحۃ الکتاب، نہی کا محل کیا ہے وہ آپ بتایئے۔

سائل: نہیں کے ذیل میں ضم سورۃ وغیرہ رہ گیا، یعنی فاتحۃ الکتاب کے علاوہ قرآن کی آیات یا سورۃ کی ممانعت مقصود ہے۔

حضرت: اچھا اب ہم اعتبار کریں گے، اعتبار جانتے ہو؟

سائل: ہاں ہاں کسی کی بات کو مان لینا۔

حضرت: یہ نہیں بلکہ اعتبار محدثین کی اصطلاح ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک حدیث کا متن جتنے طریقوں سے مروی ہے ان تمام کو تلاش کر کے یکجا کرنا پھر حکم تلاش کرنا جب ہم اس حدیث کا اعتبار کرتے ہیں تو ہم کو مختلف الفاظ ملتے ہیں، کسی میں ہے لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب **فصاعداً** کسی میں ہے **فما زاد**، کسی جگہ ہے وما تیسر کسی جگہ ہے **وسورۃ معھا** کسی جگہ ہے وأیتین معھا۔ **کذافی بذل المجھود: ۲/۵۱، ومعارف السنن: ۳/۲۰۴)**

اب ان تمام طرق کو سامنے رکھ کر بتلایئے کہ **لاتفعلوا** کے تحت کیا چیز باقی رہ گئی ایک ہی چیز پر نفی واثبات واقع ہورہا ہے اس کا جواب دیجئے، حضرت نے مزید فرمایا کہ اگر ان الفاظ میں کسی کی سند میں کوئی اشکال ہو تو بتلایئے ابھی اس کو کتاب میں دکھائے دیتا ہوں۔

پھر حضرت نے کہا کہ یہ بحثیں تو دوسری قسم کے ذہنوں کے لئے رہنے

دیں، میں آپ سے پوچھتا ہوں اگر آپ مسجد میں ایسے وقت پہونچے کہ امام رکوع میں ہے پہلی رکعت ہے تو آپ امام کے ساتھ شریک ہونگے یا نہیں، اگر شریک نہیں ہوں گے تو اس حدیث کے خلاف ہے جس میں ہے کہ امام کو جس حالت میں پاؤ شریک ہوجاؤ (کذا فی مصنفہ عبدالرزاق:۲/۲۸۱)

اس لئے تارک حدیث ہوئے اور اگر شریک ہونگے تو اگر رکوع میں سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں تو یہ اس حدیث کے خلاف ہے جس میں رکوع میں قرآن شریف پڑھنا منع ہے۔ (کذا فی النسائی:۱/۱۶۰)

اس لئے تارک حدیث ہوئے پھر اگر اس میں رکعت کو معتبر قرار نہیں دیتے بلکہ سلام امام کے بعد ایک رکعت اور پڑھیں گے جیسا کہ بعض اہل حدیث کا عمل ہے تو یہ اس حدیث کے خلاف ہوگا جس میں ہے کہ جس نے امام کو رکوع میں پالیا اس نے رکعت کو پالیا۔ (بذل المجہود:۲/۸۴)

اس لئے تارک حدیث ہوئے پس ان تمام حدیثوں کے خلاف کرتے ہو پھر بھی اہل حدیث ہو کسی ایک حدیث پر بھی عمل ہے؟۔

سائل: سرہانے پائینتی ہر طرف سے تو گھیر لیا اب کدھر سے نکلوں؟۔

حضرت: اب گھر جانے کے بعد نکلنے کا راستہ بھی گھیرنے والے ہی سے معلوم کرتے ہیں کتنے بھولے ہیں آپ۔

سائل: اچھا تم کیا کروگے ایسی صورت میں اگر تم کو یہ صورت پیش آجائے۔

حضرت: ذخیرہ حدیث آپ کے پاس ختم ہوگیا اگر میں بتلادوں تو عمل کروگے، اس پر سائل خاموش رہا، پھر حضرت نے فرمایا آپ وعدہ کیجئے ہماری تقلید کریں گے؟

سائل: یہ منطقی چکر نہ دیں۔

حضرت: چکر میں تو آپ ایسے آ گئے کہ نکلنے کا راستہ نہیں، ہم تو ایسی صورت میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے کہ حضرت ہم سرہانے، پائینتی ہر طرف سے پھنس گئے ہیں، ہم کو نکلنے کا راستہ بتا دیجئے تو امام ابوحنیفہؒ فرمائیں گے، بیٹا اگر امام کو رکوع میں پاؤ تو اس کے ساتھ شریک ہو جاؤ تا کہ اس حدیث پر عمل ہو جائے جس میں ہے کہ امام کو جس حالت میں پاؤ اسکے ساتھ شامل ہو جاؤ، حدیث کے خلاف نہ کرنا حدیث کے خلاف کرنا بری بات ہے اور دیکھو بیٹا رکوع میں جانے کے بعد سورۂ فاتحہ وغیرہ نہ پڑھنا بلکہ تسبیحات پڑھنا تا کہ اس حدیث پر عمل ہو جائے کہ رکوع وسجدہ میں قرآن پڑھنا منع ہے، حدیث کے خلاف نہ کرنا حدیث کے خلاف کرنا بری بات ہے اور دیکھو بیٹا اس رکعت کو معتبر مان لیجئے تا کہ اس حدیث پر عمل ہو جائے کہ جسنے امام کو رکوع میں پالیا اس نے رکعت پالیا حدیث کے خلاف نہ کرنا حدیث کے خلاف کرنا بری بات ہے اب ہم امام صاحب سے سوال کریں گے کہ حضرت ایک حدیث رہ گئی ”**لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب**“ تو امام ابوحنیفہؒ فرمائیں گے کہ بیٹا وہ امام ومنفرد کے حق میں ہے، امام ومنفرد کی نماز بغیر سورۂ فاتحہ کے نہیں ہوتی، مقتدی کیلئے دوسری حدیثیں ”**اذا قرأ فانصتوا**۔ (مسلم شریف:۱/۱۷۴) یعنی جب امام قرآۃ کرے تو تم خاموش رہو۔

”**من کان لہ امام فقرأۃ الامام لہ قرأۃ.**“ (**کذافی بذل المجھود: ۲/۵۲، بحوالہ دارقطنی وابن ماجۃ وطبرانی**)

جس شخص کے لئے امام ہو امام کی قرأۃ ہی اس کی قرأۃ ہے اور ”**الامام ضامن**“ (ترمذی شریف مع عرف الشذی: ۱/۵۱) آخر امام نے کس چیز کی

ضمانت لی ہے۔

سائل: اس حدیث کا راوی کذاب ہے؟۔

حضرت: "اذا قرأ فانصتو" [جب امام قرأت کرے تو تم خاموش ہو جاؤ۔]

مسلم شریف کی روایت ہے اس کی سند میں گڑ بڑی بتلاتے ہو، اچھا وہ کونسا راوی ہے جس کے بارے میں آپ کو اشکال ہے تا کہ میں اس کو نوٹ کرلوں اور دیکھو اگر آپ نے کسی حدیث سے استدلال کیا اور وہ راوی اس کی سند میں آیا تو میں آپ کی گرفت کرلونگا۔

سائل: اس حدیث میں کوئی خرابی نہیں بلکہ دوسری حدیث

"من کان لہ امام فقرأۃ الامام لہ قرأۃ" [جس کے لئے امام ہو امام کی قرأت ہی اس کی قراءت ہے۔]

کی سند میں ایک راوی کذاب ہے۔

حضرت: کون سا راوی کذاب ہے۔

سائل: جابر جعفی۔

حضرت: جابر جعفی کو کس نے کذاب لکھا ہے۔

سائل: امام ابوحنیفہؒ نے۔

حضرت: سبحان اللہ تقریباً تیرہ سو برس گذر گئے یہ سنتے سنتے کہ امام ابوحنیفہؒ کو حدیث نہیں آتی تھی آج آنجناب کی زبان مبارک سے سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ امام ابوحنیفہؒ حدیث جانتے تھے اور آپ کی زبان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انہوں نے حدیث میں کوئی کتاب بھی لکھی ہے جس میں رجال حدیث پر بھی بحث ہے اور ان کی تقلید میں آپ جابر جعفی کو کذاب کہہ رہے ہیں، اچھا مہربانی فرما کر اس کتاب کا نام بھی بتلا دیجئے اس پر وہ سائل

خاموش ہوگیا عصر کی اذان ہوچکی تھی وہ اٹھ کر چلنے لگا، حضرت نے فرمایا کہ کم از کم ایک عصر کی نماز تو احناف کے پیچھے پڑھتے ہی جایئے، آپ کو اختیار ہے آپ قرأۃ کر لیجئے گا۔

سائل: نہیں ضروری کام ہے، جلدی جانا ہے۔

حضرت: اچھا ایک حدیث سنتے جایئے، صحاح کی روایت ہے کہ جب اذان ہوتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے۔

(کذا فی المشکوٰۃ: ۶۴/۱، بحوالہ بخاری ومسلم)

کیونکہ جہاں تک اذان کی آواز پہونچتی ہے تمام حجر ومدر اس مؤذن کے حق میں قیامت کے دن شاہد بنیں گے وہ بھاگتا ہے کہ میرا نام شاہدین کی فہرست میں نہ آجائے، اسی طرح دوسری حدیث میں ہے۔

"من تشبه بقوم فهو منهم." (مشکوٰۃ شریف: ۲/۳۷۵)

[جو جس قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کریگا وہ ان ہی میں ہوگا۔]

تو اگر آپ جائیں گے تو شیطان کی مشابہت اختیار کرنی پڑے گی، اوجز: ۳۷ میں ہے کہ...... حضرت امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ وضو میں جب ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کرے تو ہاتھ سے صاف کرے، صرف سانس سے جھٹکا دے کر صاف نہ کرے، کیونکہ اس میں حمار (گدھے) کی مشابہت ہے[1]، تو شیطان کی مشابہت سے بچنا چاہئے، اس پر وہ چلا گیا اور کوئی جواب نہ دیا۔

---

[1] قال الباجی ومن سنة ان یضع یده عند ذلک علی انفه وقد روی عن مالک فی الذی یستنثر بدونه انه انکره وقال هکذا یفعل الحمار. (اوجز: ۱/۱۹۱، مطبوعه المکتبة الامدادیة المکرمة)

افریقہ میں مختلف سوالات وجوابات

ارشاد فرمایا کہ (۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء میں) افریقہ ملک میں مختلف الخیال لوگوں کے اجتماع میں میری بھی شرکت ہوئی، اس مجلس میں اہل حدیث، منکرین حدیث، ڈاکٹر، انجینیر وغیرہ ہر قسم کے لوگ تھے مجھ سے کہا گیا کہ آپ سے وعظ کہلوانا مقصود نہیں، صرف سوالات کرنے ہیں، چنانچہ ایک صاحب نے سوال کیا کہ جب قرآن ہدایت کے لئے موجود ہے تو پھر حدیث کی کیا ضرورت ہے؟

میں نے عرض کیا کہ جب ہدایت کے لئے خدا موجود ہے تو رسول کی کیا ضرورت ہے، اگر خدا کے ہوتے ہوئے رسول کی ضرورت ہے تو قرآن کے ہوتے ہوئے حدیث کی بھی ضرورت ہے، اگر قرآن پاک کی شان ہدی للناس ہے تو حدیث پاک کی شان بیان للناس ہے، حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

"وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْر لِتُبین لِلنَّاسِ مَانزل اِلَیْھِمْ." [اورآپ پر بھی یہ قرآنا اتارا ہے تا کہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے ان کو آپ ان سے ظاہر کردیں۔] (بیان القرآن)

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ قرآن پاک میں کہا گیا ہے:

"اقیمو الصلوٰۃ" [نماز قائم کرو]

اب مغرب کی تین رکعات، عشاء کی چار رکعت، فجر کی دو رکعت وغیرہ وغیرہ یہ کہاں سے معلوم ہوا؟ سب حدیث ہی سے معلوم ہا۔

اسی طرح قرآن میں فرمایا گیا ہے:

"واتو الزکوٰۃ" [اورزکوٰۃ ادا کرو]

اب یہ بات اونٹ کا نصاب اتنا گائے کا نصاب اتنا، بکری کا نصاب اتنا، سونے کا اتنا، چاندی کا اتنا، پھر حولان حول شرط اور ربع عشر (چالیسواں) ادا کریں یہ سب...... تفصیلات کہاں سے معلوم ہوئیں، قرآن پاک میں تو ہیں نہیں، حدیث شریف ہی سے معلوم ہوئیں، بلکہ غور کیا جائے تو حدیث کو مانے بغیر نہ قرآن پر عمل کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی قرآن ورسول کو تسلیم کیا جاسکتا ہے اس لئے قرآن کا قرآن ہونا کلام الٰہی منزل من السماء ہونا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول ہونا یہ سب حدیث سے معلوم ہوا اگر حدیث کا انکار کیا جائے تو قرآن ورسول کا انکار لازم آتا ہے۔

اس پر وہ کہنے لگا کہ اچھا اگر قرآن کے ہوتے ہوئے حدیث کی ضرورت ہے تو پھر فقہ کیا بلا ہے۔

میں نے کہا کہ فقہ بلا نہیں نعمت ہے، اس لئے کہ فقہ کے معنی ہیں دینی سمجھ یہ جس کو ملی اس کو خیر کثیر مل گئی، حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

"**من یؤت الحکمة فقد اوتی خیراً کثیراً.**" [جس کو دین کی فہم مل جائے اس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی۔] (بیان القرآن)

نیز حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد:

"**مَنْ یُرِدِ اللّٰہ بِهٖ خَیْرًا یُفَقِّهه فِی الدِّیْنِ**" [جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اسکو دین کی سمجھ عطاء فرماتے ہیں۔]

فقہ کو بلا وہی ناسمجھ کہہ سکتا ہے جس کو سمجھ سے دشمنی ہو غور کیا جائے تو فقہ کے بغیر حدیث پر عمل بھی نہیں کیا جا سکتا .... مثال کے طور پر آپ بتلایئے کہ ایک شخص مسجد میں اس وقت پہونچا جب کہ امام رکوع میں ہے اب یہ آنے والا کیا کرے اگر آپ کہیں کہ امام کے ساتھ شریک نہ ہو تو اس حدیث کی مخالفت لازم

آتی ہے جس میں فرمایا گیا کہ امام کو نماز میں جہاں پاؤ وہیں شریک ہو جاؤ، اور اگر آپ کہیں کہ امام کے ساتھ رکوع ہی میں شریک ہو جائے تو قرأۃ فاتحہ کے بارے میں آپ کیا کہیں گے اگر کہیں گے کہ قرأۃ فاتحہ کرے تو اس حدیث کے خلاف لازم آتا ہے جس میں رکوع سجدہ کی حالت میں قرأت سے ممانعت وارد ہے، اور اگر کہیں گے کہ قرأۃ فاتحہ نہ کرے تو حدیث **"لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب"** (اس کی نماز نہیں جس نے قرأۃ فاتحہ نہیں کی) کی مخالفت لازم آتی ہے، پھر اگر رکوع میں شریک ہونے کے باوجود آپ کہتے ہیں کہ اس نے رکعت نہیں پائی اس لئے اس کی قضا کرے تو حدیث **"من ادرک رکوعاً فقد ادرک رکعة"** (جس نے رکوع پالیا اس نے رکعت پالی) کے خلاف لازم آتا ہے۔

معلوم ہوا کہ فقہ کے ذریعہ ہی مختلف حدیثوں میں تطبیق بآسانی ہو جاتی اور سمجھ میں آجاتی ہے۔

مقام ابراہیم پر حضرت قدس سرہ کی ایک غیر مقلد سے گفتگو

ارشاد فرمایا کہ حجاز میں مقام ابراہیم پر بیت اللہ کے سامنے ایک غیر مقلد مجھ سے ملے اور کہا کہ میں نے سنا ہے آپ فتویٰ دیتے ہیں اس لئے میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں وہ یہ کہ کبھی قرآن وحدیث کے خلاف فتویٰ نہ دینا۔

میں نے عرض کیا کہ اگر یہ نصیحت آپ کی عام ہے تو بہت اچھا، جزاک اللہ اور اگر میرا کوئی فتویٰ قرآن وحدیث کے خلاف آپ کے سامنے آیا ہے تو بتلا دیجئے تا کہ میں غور کرلوں اور غلطی ہوتو اس سے رجوع کرلوں۔

وہ بولے فتویٰ تو کوئی ایسا نظر سے گذرا نہیں البتہ میں نے سنا ہے کہ آپ فتویٰ دیتے ہیں اس لئے عرض کررہا ہوں۔

اس پر میں نے کہا کہ اچھا اب میری بھی سن لیجئے، جب میرے سامنے کوئی مسئلہ آتا ہے تو میں اس کو کتاب اللہ پر پیش کرتا ہوں، اگر اس کا جواب مل جاتا ہے تو میں کسی اور طرف توجہ نہیں کرتا، مثلاً طلقات ثلاثہ کے وقوع کا مسئلہ سامنے آیا تو میں نے اس کو کتاب اللہ میں تلاش کیا سو مل گیا وہ یہ حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا:

"**الطلاق مرتان**" [طلاق دو مرتبہ ہے۔] (بیان القرآن)

اس کے بعد کچھ دور چل کر فرمایا:

"**فان طلقها فلاتحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره**"

[پھر اگر کوئی طلاق دیدے عورت کو تو پھر وہ اس کے لئے حلال نہ رہے گی اس کے بعد یہاں تک کہ وہ اس کے سوا ایک اور خاوند کے ساتھ نکاح کرے۔]

اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں خواہ ایک مجلس میں دے خواہ تین مجلس میں دے، قرآن پاک میں کوئی تفصیل نہیں ہے اور عورت اسکے بعد زوج اول کیلئے بغیر حلالہ کئے حلال نہیں رہتی اسی کے مطابق میں نے فتویٰ دے دیا اور اگر کتاب اللہ میں نہیں ملتا تو اس کو سنت رسول اللہ میں تلاش کرتا ہوں اور اگر اس میں مل جاتا ہے تو پھر کسی اور طرف توجہ کی کیا صورت ہے، مثلاً "**قرأة فاتحه خلف الامام**" کا مسئلہ میرے سامنے آیا تو کتاب اللہ میں تلاش کیا نہ مل سکا تو حدیث میں تلاش کیا اس میں مل گیا، صحیح مسلم شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "**اذا قرأ فانصتو**" [جب امام قرأت کرے تو تم خاموش ہوجاؤ!] جو صحیح صریح غیر منسوخ ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرأۃ خلف الامام جائز نہیں، اسی کے مطابق میں فتویٰ دیتا ہوں اور اگر حدیث شریف میں بھی نہیں ملتا تو پھر امام ابوحنیفہؒ کے قول کو اختیار کرتا ہوں۔

اس پر انہوں نے کہا کہ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ حدیث میں نہ ملے اگر اپنی کتابوں میں آپ کو نہ ملے تو دوسروں کی کتابوں میں تلاش کریں۔

اسپر میں نے کہا دوسرے کون؟ کیا یہود ونصاریٰ کی کتابوں میں تلاش کروں۔

وہ بولے نہیں بخاری ترمذی وغیرہ میں تلاش کریں۔

میں نے کہا یہ دوسرے کیوں ہوتے یہ تو اپنے ہیں، ان کی کتابیں ہم رات دن پڑھتے پڑھاتے ہیں، اس کے بعد میں نے کہا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا تو دریافت فرمایا "**بم تقضی**" کس چیز سے فیصلہ کروگے، حضرت معاذؓ نے عرض کیا کتاب اللہ سے، آپ علیہ اللاسم نے دریافت کیا، اگر اس میں نہ پاؤ تو؟ عرض کیا سنت رسول اللہ سے، آپ نے ارشاد فرمایا اگر اس میں بھی نہ پاؤ تو،

حضرت معاذؓ نے عرض کیا" اجتھد برأی" [اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا،] اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسرت کا اظہار فرمایا اور اللہ کا شکر ادا کیا، اس سے معلوم ہوا کہ یہ ضروری نہیں کہ ہر مسئلہ کتاب وسنت میں مل ہی جائے اسی لئے اجتہاد کی ضرورت پیش آتی ہے (جس کا جواز خود اسی حدیث سے معلوم ہوگیا) اب میں تو مجتہد ہوں نہیں نہ مجھ میں اجتہاد کی صلاحیت ہے اس لئے میں امام ابوحنیفہؒ کے قول کو اختیار کرتا ہوں کہ وہ اعلیٰ درجہ کے مجتہد تھے۔

اس پر وہ بولے کہ میں وعدہ کرتا ہوں جب تک آپ کا یہاں قیام ہے جس مسئلہ کے لئے آپ کو ضرورت ہو حدیث میں پیش کردوں گا۔

میں نے کہا کہ اگر ہر مسئلہ کیلئے مجھے حدیث صحیح صریح غیر منسوخ دکھلا دو تو میں واللہ حنفیت سے تائب ہو جاونگا، امام ابوحنیفہؒ کی تقلید چھوڑ دونگا، اچھا بتلایئے رخسار کے بال کٹوانے جسے خط بنوانا کہتے ہیں اسی طرح پنڈلی اور سینہ کے بال منڈانے کے متعلق آپ کے پاس کون سی حدیث موجود ہے اس پر وہ لال پیلے ہو کر بولے۔

آپ میرا امتحان لینا چاہتے ہیں؟

میں نے عرض کیا جی ہاں امتحان لیتا ہوں کیا میں حنفی مسلک اور امام ابوحنیفہؒ کی تقلید چھوڑنے پر یوں ہی تیار ہو گیا ہوں، میں تو رگ رگ میں سے نکال لونگا کیا لئے پھر واس پر وہ خفا ہو کر جانے لگے، میں نے عرض کیا کہ مہربان آپ نے مقام ابراہیم پر بیت اللہ کے سامنے وعدہ کیا ہے کہ ہر مسئلہ کے متعلق حدیث پیش کروں گا اس وعدہ کو پورا کیجئے وعدہ خلافی نہ کیجئے یہ تو منافق کی علامت ہے حدیث میں منافق کی علامات شمار کراتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

"اذا وعد اخلف" جب وعدہ کرے اس کے خلاف کرے......اس پر بھی وہ جانے لگے تو میں نے عرض کیا کہ اچھا جاتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے

مصافحہ تو کرتے جایئے، میں نے دونوں ہاتھ بڑھا دیئے اور وہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کر کے رخصت ہو گئے۔

قنوج میں غیر مقلدین سے مناظرہ

ارشاد فرمایا کہ قنوج میں ایک مرتبہ غیر مقلدین سے مناظرہ ہوا مگر وہ لوگ شرط سے آگے نہ بڑھ سکے، انہوں نے شرط پوچھی، میں نے عرض کیا کہ بس ایک شرط ہے وہ یہ کہ یہ طے کر لیا جائے کہ استدلال کس چیز سے ہوگا۔

انہوں نے کہا کہ ہر مسئلہ کے لئے حدیث صحیح مرفوع غیر منسوخ غیر متعارض پیش کرنی ہوگی اقوال رجال سے استدلال نہ ہوگا۔

میں نے کہا کہ حدیث صحیح صریح مرفوع غیر منسوخ غیر متعارض کی تعریف کیجئے اور دیکھے اقوال رجال سے نہ کیجئے اس کی تعریف حدیث صحیح صریح مرفوع غیر منسوخ غیر متعارض ہی سے کیجئے، بس وہ اس سے آگے نہ بڑھے اور مناظرہ یہیں ختم ہو گیا۔

میوات میں حضرت قدس سرہ کا غیر مقلدین سے مناظرہ

ارشاد فرمایا کہ میوات میں ایک جگہ تبلیغی اجتماع تھا وہاں جانا ہوا وہاں کچھ لوگ غیر مقلد تھے انہوں نے مناظرہ کے لئے کہا۔

میں نے عرض کیا کہ ہم مناظرہ کیلئے نہیں آئے نہ مناظرہ سے کوئی فائدہ۔

اس پر وہ بولے کہ یا تو مناظرہ کیجئے اور اگر مناظرہ سے عاجز ہو تو حنفیت کی لعنت سے توبہ کر لیجئے۔

ہم نے سوچا کہ اس کے بغیر کام نہ چلے گا، اس لئے مناظرہ پر راضی

ہو گئے موضوع انہیں کی طرف سے رفع یدین طے ہو گیا، ان کے ایک عالم نے تقریر کی اور تقریر کے دوران کہا کہ رفع یدین فلاں فلاں صحابی سے منقول ہے تین چار صحابہ کے نام گنائے اور خلاصہ کے طور پر کہا کہ ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رفع یدین ثابت ہے۔

اسکے بعد ہمارا نمبر آیا، میں نے عرض کیا کہ ہم لوگ مناظرہ کیلئے نہیں آئے تھے نہ اس سے کوئی فائدہ، تبلیغ کا کام کریں تو اسمیں فائدہ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اور لوگوں کے درمیان تبلیغ کا کام کیا ایمان کی دولت تقسیم کی، آپ بتلایئے کہ کتنے صحابہ کرام مشرف باسلام ہوئے اور کتنے حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ایمان قبول کیا۔

اس پر وہ فوراً بول اٹھے ایک لاکھ چوبیس ہزار۔

اس پر میں نے مجمع کو خطاب کر کے کہا کہ سن لیا آپ نے صحابہ کرام کی تعداد کل ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور ان میں سے ان کے قول کے موافق رفع یدین کرنے والے کل ستر صحابہ ہیں بقیہ ترک رفع یدین کرنے والے ہیں اب جس کا جی چاہے ان ستر کی پیروی کرلے جس کا جی چاہے بقیہ کی پیروی کرلے اختلاف جو کچھ ہے وہ اولیٰ اور غیر اولیٰ کا ہے۔

تقلید کی تعریف اور اس میں راحت

ایک مجلس میں تقلید پر گفتگو تھی، دوران گفتگو مخاطب طالب علم سے دریافت فرمایا کہ تقلید کسے کہتے ہیں؟

اس نے عرض کیا مکلّف کا مجتہد کے قول کو تسلیم کر لینا بغیر اس سے دلیل معلوم کئے۔

اس پر ارشاد فرمایا کہ مکلّف تو مجتہد بھی ہوتا ہے...... پھر فرمایا غیر مجتہد کا فرعی فقہی مسائل میں مجتہد کے قول کو بغیر اس سے دلیل معلوم کئے تسلیم کر لینا اس اعتماد پر کہ اس کے پاس دلیل ہے اس کو تقلید کہتے ہیں۔

اس کے بعد طالب علم مذکور سے پوچھا کہ تقلید میں راحت ہے یا غیر تقلید میں راحت ہے، پھر خود ہی فرمایا کہ تقلید میں راحت ہے، اور اس کی مثال ایسی ہے، ایک شخص مریض ہے علاج کرانا چاہتا ہے، اس کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ وہ کسی حکیم ڈاکٹر کی طرف رجوع کرے، وہ جیسا کہے ویسا مان لے اس سے کوئی دلیل نہ پوچھے اس اعتماد پر کہ صحیح کہہ رہا ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ طب کی کتاب حاصل کر کے ان کا مطالعہ کرے مرض اور اسباب مرض کو پڑھے، پھر ان کتابوں میں جو علاج تجویز کیا گیا ہو اس کے مرض کی جو دوائیاں لکھی ہوں ان کو بازار وغیرہ سے حاصل کر لے پھر جو ان کے استعمال کا طریقہ لکھا ہو اس کے مطابق ان کا استعمال کرے ظاہر ہے کہ ان دونوں صورتوں میں سے پہلی صورت میں راحت ہے تقلید اسی کی مثل ہے یا مثلاً ایک شخص مسافر ہے اسٹیشن پر پہونچا دیکھا کہ مختلف پلیٹ فارموں پر متعدد گاڑیاں لگی ہوئی ہیں اس کو معلوم نہیں کہ کون سی گاڑی اس کی منزل مقصود کی طرف جائے گی، اس کو معلوم کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ کسی قلی وغیرہ سے معلوم کر لے اور اس کی بات پر اعتماد کر لے، دوسری صورت یہ ہے کہ ٹائم ٹیبل خریدے اگر خود پڑھا لکھا ہے تو خود مطالعہ کر لے ورنہ کسی سے اس کو پڑھوائے اور پتہ کرے کہ کون سی گاڑی سے اس کو جانا ہے، ظاہر ہے کہ ان میں پہلی صورت میں جو راحت وآرام ہے وہ دوسری صورت میں نہیں، اسی طرح تقلید اور عدم تقلید کو سمجھ لو کہ تقلید میں راحت ہے عدم تقلید میں تکلیف ہے راحت نہیں ہے۔

مشائخ فضلاء مصر سے گفتگو

جس شخص میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں
اور ایک وجہ ایمان کی ہوتو اس کی تکفیر نہ کی جائے

افریقہ میں وہاں کے مشائخ (فضلاء مصر) کی ایک جماعت امام ابوحنیفہؒ کے اس قول میں میں الجھی ہوئی تھی کہ جس شخص میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ ایمان کی ہوتو اسکی تکفیر نہ کی جائے، وہ اس کا مطلب یہ سمجھ رہے تھے کہ جس شخص میں ننانوے چیزیں کفر کی ہوں اور ایک چیز اسلام کی ہوتو اس کی تکفیر نہ کی جائے، پھر خود ہی اس پر اشکال کر رہے تھے کہ ایسے کیونکر ہوسکتا ہے۔

میں نے کہا کہ امام صاحب کے قول کا وہ مطلب نہیں جو آپ نے سمجھا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کے کسی کلام میں سو احتمالات ہوں جن میں سے ننانوے احتمالات قائل کے کفر کو مقتضی ہوں اور ایک احتمال اس کے مومن ہونے کو چاہتا ہوتو اس کی تکفیر نہ کریں۔ (شرح فقہ اکبر ۱۹۹)

اس لئے کہ جو شخص مسلمان ہے ارکان اسلام کو ادا کرتا ہے شریعت کا پابند ہے اس کی ساری زندگی اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ وہ کافر نہیں مسلمان ہے اس سے کوئی ایسا کلام صادر ہو جس میں کفر کے احتمالات بھی ہوں تو اس کے کلام کی شرح خود اس کی زندگی سے کی جائے گی اس کے باوجود اگر اس کی نیت ہی اس کلام میں کفر کی ہوتو کسی تاویل کی حاجت نہیں اور کوئی تاویل نافع بھی نہیں، اس سے ان کا اشکال ختم ہوگیا۔

ذبیحہ پر بسم اللہ

اس کے بعد انہوں نے دوسرا مسئلہ چھیڑا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں گوشت حلال ملے، اور ہماری نماز صحیح ہو۔

میں سمجھ گیا کہ ان کی مراد کیا ہے، وہ مجھے مذبح (کمیلہ) میں لے گئے معلوم ہوا کہ یہاں جانور کو مشین سے ذبح نہیں کیا جاتا بلکہ آدمی اپنے ہاتھ ہی سے ذبح کرتا ہے، وہاں میں نے ایک ذابح ((ذبح کرنے والے) سے پوچھا کہ ذبح کے وقت ہر جانور پر بسم اللہ پڑھتے ہو اس کو تو غصہ آ گیا، تیور بدل گئے کہنے لگا ایک مرتبہ نہیں سات مرتبہ پڑھتا ہوں، دوسرے سے معلوم کیا اس نے بتلایا کہ بس پہلے جانور پر بسم اللہ پڑھتا ہوں، باقی پر نہیں، میں نے ان لوگوں (فضلاء مصر) سے کہا کہ نص قطعی میں ہے۔

"ولاتاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ وانہ لفسق." [اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، بلاشبہہ یہ گناہ کی بات ہے۔] (بیان القرآن)

کہ جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کو مت کھاؤ اس کا کھانا گناہ ہے، اس صاف نص قطعی کے ہوتے ہوئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں[1]۔

---

[1] اس میں جواب ہو گیا اس حدیث شریف کا جس سے ان کو اشکال ہو رہا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسے جانور کے متعلق سوال کیا گیا جس پر قصداً بسم اللہ کو ترک کر دیا گیا ہو، اس پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "**کلوہ فان تسمیۃ اللہ تعالیٰ فی قلب کل امرئ مسلم**" [یعنی اس کو کھا لو اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کا نام ہر مومن کے قلب میں ہے۔ (کذا فی اصول الشاشی: ۸)

رہا نماز کی صحت کا مسئلہ سو امام مسلمؒ نے صحیح مسلم شریف:۱/۱۷۴، پر حدیث نقل کی ہے "**اذا قراء فانصتو**" یعنی جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو اور اس کے بارے میں کہا ہے "**صحیح عندی**" کہ یہ حدیث میرے نزدیک صحیح ہے اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی پر انصات (خاموش رہنا) واجب ہے قرأۃ فاتحہ خلف الامام کرے گا تو اس واجب میں خلل آئے گا اس لئے امام کے پیچھے قرأۃ کی اجازت نہ ہوگی، رہی حدیث "**لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب**" اس کی نماز نہیں جو قرأۃ فاتحہ نہ کرے سو یہ امام اور منفرد کے حق میں ہے، مقتدی کے حق میں نہیں۔

ترمذی شریف:۱/۷۱، میں امام احمدؒ کا قول نقل کیا ہے:"**یعنی قول النبی صلی الله علیه وسلم لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب اذا کان وحده**"

کیا حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ ضعیف تھے

ارشاد فرمایا کہ مجھ سے ایک غیر مقلد نے کہا کہ امام ابوحنیفہ ضعیف تھے، میں نے کہا کیا تم نے ان سے کشتی کی ہے جو ضعیف کہتے ہو اور وہ کیا ہر انسان ضعیف ہے ارشاد خداوندی ہے۔

"**خلق الانسان ضعیفاً.**" [آدمی کمزور پیدا کیا گیا ہے۔]

اس پر وہ کہنے لگا کہ میرا مطلب یہ ہے کہ وہ سیئی الحفظ تھے۔

میں نے کہا غلط ہے۔

اس پر اس نے کہا کہ میزان الاعتدال میں حافظ ذہبی نے لکھا ہے۔

میں نے کہا یہ بھی غلط ہے، حافظ ذہبی نے نہیں لکھا بلکہ کسی ہندوستانی غیر مقلد نے حاشیہ میزان الاعتدال پر حسداً لکھ دیا وہ طبع ہوگیا، عربوں نے جب ہندوستانی کتب کی نقل کی تو یہ سمجھ کر کہ شاید حاشیہ والی بات متن کی ہے سہواً کاتب سے رہ گئی اس کو متن میں داخل کر کے طبع کرا دیا۔

اس نے کہا اس کا عکس بھی تو ہوسکتا ہے۔

اس پر میں نے کہا کہ عکس نہیں ہوسکتا، کیونکہ غیر مقلد کو تو متن سے خارج کر کے حاشیہ پر لانے کی ضرورت نہیں۔ رہا مقلد سو اس کو خارج کرنا مفید ہے نہ کہ حاشیہ پر لانا، علاوہ ازیں میرے پاس اس بات کی کہ وہ حافظ نے نہیں لکھا دلیل موجود ہے اوّل تو یہ کہ مقدمہ کتاب میں حافظ موصوف نے لکھا ہے کہ میں اس کتاب میں ائمہ متبوعین مثلاً ائمہ اربعہ میں سے کسی کا ذکر نہ کرونگا دوسرے یہ کہ میزان الاعتدال کی شرح لکھی گئی ہے لسان المیزان اس میں یہ عبارت نہیں

ہے، تیسرے یہ کہ موصوف نے اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کو حفاظ حدیث میں سے شمار کیا ہے حافظ اصطلاح محدثین میں اس کو کہتے ہیں جس کو ایک لاکھ حدیث متناً وسنداً حفظ یاد ہوں۔

سجدہ تلاوت بجماعت

ارشاد فرمایا کہ میں عصر بعد کتاب پڑھ کر سنایا کرتا تھا، ایک روز آیت سجدہ آ گئی میں نے سامعین سے کہا کہ ہم لوگوں پر سجدہ تلاوت اجتماعاً واجب ہوا ہے اس لئے بہتر اور زیادہ ثواب کی بات یہ ہے کہ اس کو جماعت کے ساتھ ادا کرلیا جائے، چنانچہ میں امام بنا اور سامعین مقتدی بنے اور سجدہ ادا کرلیا، بعد میں ایک صاحب (جو نابینا اور غیر مقلد تھے) بولے، کہ مفتی صاحب سجدۂ تلاوت جماعت کے ساتھ ادا کرنا کہاں سے ثابت ہے۔

میں نے کہا کہ درمختار (علیٰ ہامش ردالمختار: ۵۲۴/۱، میں ہے۔

کہنے لگے اچھا آپ کا ایمان خدا اور اس کے رسول پر نہیں درمختار پر ہے اس سے میں سمجھا کہ وہ غیر مقلد ہیں اس لئے میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے۔

انہوں نے نام بتایا۔

میں نے والد کا نام پوچھا۔

انہوں نے والد کا نام بھی بتایا۔

میں نے دریافت کیا کہ آپ کے والد کا یہ نام کہاں سے معلوم ہوا۔

کہنے لگے میری والدہ نے بتلایا ہے۔

اس پر میں نے کہا اچھا آپ کا ایمان خدا اور اسکے رسول پر نہیں ہے اپنی

والدہ پر ہے اسلئے کہ قرآن وحدیث میں تو کہیں آپ کے والد کا نام مذکور نہیں۔
اس پر وہ خاموش ہوئے اور چلے گئے۔

مذاہب اربعہ سے متعلق غیر مقلد سے گفتگو

ارشاد فرمایا کہ ایک مجھ سے بھی زیادہ بوڑھے شخص لاٹھی پر ٹیک لگاتے ہوئے میرے پاس آئے کسی نے مجھے بتایا کہ یہ غیر مقلد ہیں اور آپ کو غیر مقلد بنانے آئے ہیں، آکر کہنے لگے ایک بات کہوں خفا نہ ہونا۔

میں نے عرض کیا کہ اگر وہ بات خفگی کی ہوگی تو ضرور خفا ہوں گا میں کوئی دیوار ہوں کہ جو چاہو کہہ لو وہ کوئی جواب نہیں دیتی، مجھ کو تو مقید کرتے ہو کہ خفا نہ ہوں اور خود آزاد رہنا چاہتے ہو کہ جو چاہو پوچھو آپ خفگی کی بات نہ کہیں میں خفا نہ ہوں گا، لیکن آپ خفگی کی بات کہیں گے تو میں ضرور خفا ہونگا۔

کہنے لگے یہ چاروں مذہب چوتھی صدی کے بعد وجود میں آئے ہیں نا؟۔

میں نے کہا کہ یہ لفظ اسم اشارہ ہے جو محسوس ومبصر کیلئے آتا ہے کیا مذاہب اربعہ آپ کو نظر آرہے ہیں کہیں رکھے ہوئے ہیں آپ کو محسوس ہورہے ہیں۔

کہنے لگے کہ یہی میں نے کہا کہ انہیں یہی کو تو پوچھ رہا ہوں شاید آپ کو ائمہ اربعہ کا نام لیتے ہوئے حیا آرہی ہو، امام اعظم ابوحنیفہؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب کیوں نہیں کہتے، پھر آپ نے کیسے کہہ دیا کہ چوتھی صدی کے بعد وجود میں آئے ہیں، شاید کسی غیر مقلد کی کتاب میں دیکھ لیا ہوگا، اسی کی تقلید میں کہہ رہے ہیں اسی اندھی تقلید کو ہم حرام بتاتے ہیں، اس کے بعد میں نے کہا کہ اچھا آپ کا قول مذاہب اربعہ چوتھی صدی کے بعد وجود میں آئے، یہ تو صغریٰ ہوا اور اگر بالفرض یہ صحیح ہے تو اب کبریٰ لگائیے کہ جو چوتھی صدی کے بعد

وجود میں آئے وہ باطل مردود جہنم میں پھینکنے کے قابل ہے۔

اس پر جواب دیا کہ دیکھو جی جو بات جیسی ہوگی ویسی ہی کہی جائے گی آپ خفا نہ ہوجئے گا۔

میں نے کہا اچھا یہ بتایئے آپ کب پیدا ہوئے، چوتھی صدی سے پہلے یا بعد، آپ کے والد کب پیدا ہوئے، آپ کے دادا کب پیدا ہوئے دس پشتوں تک بتاتے چلے جایئے، نیز امام ابن تیمیہ، ابن قیم، میاں نذیر حسین اور نواب صدیق صاحب بھوپالی یہ سب کب پیدا ہوئے، سب باطل ومردود جہنم میں پھینکنے کے قابل ہیں۔

اس پر وہ خفا ہوکر جانے کے لئے کھڑے ہوگئے۔

تو میں نے کہا دیکھو جی جو بات جیسی ہوگی ویسی ہی کہی جائے گی آپ خفا نہ ہوجئے، اور دیکھئے مذاہب اربعہ کا وجود چوتھی صدی کے بعد نہیں ہوا اس لئے کہ امام ابوحنیفہؒ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، امام مالکؒ ۹۵ھ میں امام شافعی ۱۵۰ھ میں اور امام احمد ۱۶۴ھ میں، لہٰذا آپ کے قول کے مطابق بھی یہ مذاہب اربعہ باطل نہیں۔

قرآن میں حیلے

میں مدینہ منورہ میں مسجد نبوی سے باہر آرہا تھا تو ایک صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ بتایئے فقہاء یہ حیلے کہاں سے بتاتے ہیں؟۔

میں نے کہا دیکھئے قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا کہ جب انہوں نے اپنی بیوی کو سو چھڑیاں مارنے کی قسم کھائی تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ حل بتایا:

"وخذ بیدک ضغثاً فاضرب به ولاتحنث." [اور تم اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا سینکوں کا لو اور اس سے مارلو اور قسم نہ توڑو۔]

اور یہ پیغمبر ایسے ہیں کہ ان کے بارے میں خداوند تعالیٰ نے خود فرمایا:

"اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ هُدَی اللّٰه فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِه." [یہ حضرات ایسے تھے جن کو اللہ نے ہدایت کی تھی سو آپ بھی ان ہی کے طریق پر چلئے۔]

نیز آپ دیکھئے قرآن پاک میں آیا ہے:

"وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰه" [اور ان لوگوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ تعالیٰ سب تدبیر کرنے والوں سے اچھے ہیں۔] (بیان القرآن)

اور یہ بھی ہے کہ:

"اِنَّهُمْ یَکِیْدُوْنَ کَیْداً وَاَکِیْدُ کَیْداً." [یہ لوگ طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں اور میں بھی طرح طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں۔]

نیز حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں ان کے بھائی کے سامان میں ان کا سقایہ (پیالہ) چھپانے کا واقعہ تو معلوم ہوگا اس میں اللہ نے فرمایا:

"کَذَالِکَ کِدْنَا لِیُوْسُف." [ہم نے یوسف کی خاطر سے اس طرح کی تدبیریں کیں۔]

تو یہاں اللہ تعالیٰ نے "کِدْنَا" میں کید کی نسبت اپنی طرف کی امام محمدؒ اس کو حیلہ نہیں کہتے بلکہ کتاب المخارج میں اس کو ذکر کیا کہ کوئی آدمی پھنس جائے اس کے نکلنے کا راستہ مخرج جیسے کہ قرآن میں آیا ہے:

"وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجاً" [اور جو شخص اللہ تعالیٰ

سے ڈرے گا اس کے ہر کام میں آسانی کر دیگا۔ (بیان القرآن)

مگر آپ بتائیے کہ یہ کہاں سے ثابت ہے کہ مسجد سے نکلتے وقت ہاتھ پکڑ کر کسی سے بحث کریں اور قریب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں بس اس نے فوراً ہاتھ چھوڑ دیا۔

کیا امام ابوحنیفہؒ کی روایت سے صحیحین کا خالی ہونا ان کے حدیث میں کمزور ہونے کی دلیل ہے

ارشاد فرمایا کہ مجھ سے بعض لوگوں نے کہا کہ صحیحین (بخاری و مسلم) امام ابوحنیفہؒ کی روایت سے خالی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ حدیث میں کمزور تھے۔

میں نے عرض کیا کہ امام شافعیؒ تو مشہور محدث ہیں صحیحین ان کی روایت سے کیوں خالی ہے، نیز امام بخاریؒ کے استاذ امام احمد ابن حنبلؒ مدت تک امام بخاریؒ ان کی خدمت میں رہے لیکن بخاری میں ان سے صرف ایک روایت لی ہے وہ بھی احمد بن حسن کے واسطے سے، **باب کم غزا النبی صلی الله علیه وسلم** :۲/۶۴۲، پر اور تین مقام پر انکا تذکرہ بغیر روایت کے ہے کہیں "**قال احمد**" کے نام سے کہیں "**ذکر لنا**" کے لفظ سے مثلاً ۲۵۶/۱، پر حدیث:

"**شهر ان لاینقصان شهرا عید الخ**" [دو مہینے ناقص نہیں ہوتے وہ عید کے دو مہینے ہیں الخ] کے تحت ہے۔

"**قال احمد بن حنبل ان نقص رمضان تم ذوالحجة وان نقص ذوالحجة تم رمضان.**" [امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا اگر رمضان کا مہینہ ناقص رہتا ہے تو ذی الحجہ مکمل ہو جاتا ہے اور

اگر ذوالحجہ ناقص رہتا ہے تو رمضان کا مہینہ مکمل ہوجاتا ہے۔]

معلوم ہوا کہ صحیحین کا امام صاحب کی روایت سے خالی ہونا ان کے حدیث میں کمزور ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتی، ورنہ امام شافعی اور امام احمدؒ جیسے مشہور محدثین کو بھی ناقص کہنا پڑے گا اور آپ اس کے لئے تیار نہ ہوں گے۔

میں نے تو کیا پردۂ اسرار کو بھی چاک
دیرینہ ہے تیرا مرض کور نگاہی

امام اعظم ابوحنیفہؒ پر اعتراض کی حقیقت

نحمدہ و نصلی علی رسول الکریم. اما بعد

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ولادت ۸۰ھ ت ۱۵۰ھ کو حق تعالیٰ نے اپنے دین قویم کی نصرت کے لئے فطانت، فقاہت، فراست، دیانت، روایت، درایت کا حظ وافر عطاء فرمایا تھا۔ جس کی بنا پر ایسی بیش بہا جلیل القدر خدمت انجام دی کہ رہتی دنیا تک علماء اسلام کے لئے شاہراہ قائم کردی اور ایسی روشنی کا انتظام کردیا کہ راہزنی و بے راہروی سے پوری حفاظت ہوگئی اور ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی و فعلی وتقریری جملہ احادیث سے مسائل استنباط کر کے ہر حدیث کا محمل متعین فرمادیا کہ نہ تعارض باقی رہا نہ کسی حدیث کو ترک کرنے کی ضرورت پیش آئی، اس عمل کے لئے فقہاء صحابہؓ کے آثار سے مدد لی کہ وہ مخاطبین اولین تھے جس کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی امامت سپرد فرمائی اور ان پر اعتماد کر کے دین کی حفاظت واشاعت کا ان کو ذمہ دار بنایا۔ فقہ حنفی تنہا امام ابوحنیفہؒ کے شخصی فتاویٰ نہیں بلکہ کتاب اللہ، سنت، اجماع، آثار صحابہ، محاورات عرب، لغات وادب، تواریخ وسیر، تصوف وزہد کے ماہرین کی بڑی جماعت نے ایک ایک مسئلہ اور اس کے مآخذ اور معارض پر سیر حاصل بحث کی اور دلائل قویہ کی روشنی میں تحقیق و تنقیح کے بعد اس کو جمع کرایا ہے، زندگی کا کوئی گوشہ اور شعبہ ایسا نہیں جس کے مسائل فقہ حنفی میں موجود نہ ہوں خواہ صراحۃً ہوں یا ان کے نظائر ہوں یا قواعد کلیہ ہوں جن کے تحت حکم معلوم ہوسکتا ہے، حضرت امام اعظمؒ نے کتاب وسنت سے ایسے قواعد تخریج فرمائے جو کسی جگہ نہیں ٹوٹتے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ ''حافظ الدنیا'' کے لقب سے مشہور ہیں، صحیح بخاری شریف کے شارح ہیں۔ فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے قواعد نہایت پختہ ہیں ان کو دیکھ کر میرا دل چاہتا ہے کہ میں حنفی ہو جاؤں درحقیقت یہ قواعد متون حدیث ہی ہیں بلکہ فقہ حنفی کے بیشتر مسائل متن حدیث کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مثلاً فقہ مسئلہ مذکور ہے: **اذا خرج الامام فلاصلوٰۃ ولا کلام** ''فتح الباری ودیگر شروح میں اس کو سند کے ساتھ روایت کیا گیا ہے اور ''**لامھر اقل من عشرۃ دراھم**'' فقہی مسئلہ ہے اس کو شیخ ابن الہمام اور امام زیلعی اور ابن حجر نے بحوالہ بیہقی سند کے ساتھ نقل کیا ہے اور سند کو حسن لکھا ہے اور ''**کل اھاب دبغ فقد طھر**'' فقہی مسئلہ ہے اس کو بھی نصب الرایہ وغیرہ میں سند کے ساتھ روایت کیا ہے ''**الاشباہ والنظائر** اور **تاسیس النظر**'' میں جو قواعد بیان کئے گئے ہیں ان کے مآخذ کی تفصیل دیکھنے سے یہ بات خوب واضح ہو جاتی ہے۔

امام اعظمؒ کو امام تو سب ہی تسلیم کرتے ہیں لیکن بعض سطحی نظر والے ''**قلیل البضاعت فی الحدیث**'' کہتے ہیں کہ وہ فقہ کے امام تھے، ان کے پاس حدیث کا علم نہیں تھا صرف سترہ حدیث انہوں نے روایت کی ہیں اور اس کے لئے مقدمہ ابن خلدون کا حوالہ دیتے ہیں۔ اے کاش یہ حضرات مقدمہ ابن خلدون ہی کا مطالعہ کر لیتے اس میں لکھا ہے کہ بعض متعصب ہٹ دھرم لوگ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ حدیث نہیں جانتے تھے، اس لئے سترہ حدیثیں روایت کی ہیں اور اس پر غور کرتے کہ فقہ کا امام وہ ہوسکتا ہے جو اصول فقہ کا ماہر ہو، اور اصول فقہ چار ہیں، کتاب، سنت، اجماع، قیاس بغیر سنت میں مہارت کے خاص کر جب

تک سنن احکام میں ماہر نہ ہو فقہ کا امام کیسے ہوسکتا ہے امام اعظم شکر اللہ سعیہ، پر ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ قیاس سے کام لیتے ہیں اور قیاس کی وجہ سے حدیث کو ترک کر دیتے ہیں، مگر ان مسکینوں کو شاید قیاس کی حقیقت ہی معلوم نہیں جو ایسی بات کہتے ہیں، قیاس کی شرائط اصول فقہ میں مذکور ہیں، ایک شرط یہ بھی ہے کہ جس نظیر کو قیاس سے ثابت کیا جاتا ہے وہ حکم نص میں مذکور نہ ہو یعنی قیاس اسی جگہ کیا جائے گا، جہاں نص موجود نہ ہو پھر قیاس سے حدیث کو ترک کر دینے کا سوال ہی ختم اور بے معنی ہوگیا۔ کیونکہ جہاں نص موجود ہو وہاں تو حکم نص پر کیا جائے گا وہاں قیاس کی کیا ضرورت ہے، بلکہ وہاں تو قیاس ناجائز ہے، نیز قیاس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی وجہ سے اصل نص کا حکم متغیر نہ ہونے پائے کیونکہ حکم نص کو متغیر کر دینا رائے کے ذریعہ سے باطل ہے۔ حسامی میں ہے:

''الشرط الثالث ان يتعدى الحكم الشرعي الثابت بالنص بعينه الىٰ فرع ونظيره ولانص فيه، والشرط الرابع ان يبقى حكم الاصل بعد التعليل علىٰ ما كان قبله لان تغيير حكم النص فى نفسه بالرائى باطلٌ''

مثال کا حاصل ایک جزء مسئلہ نص میں موجود ہے مگر اس کی علت مذکور نہیں مجتہد اس کی علت تجویز کرتا ہے کہ اس کا منشاء فلاں علت ہے پھر دیکھتا ہے کہ وہ علت فلاں فلاں جزء میں بھی موجود ہے، اور نص میں ان جزئیات کا ذکر نہیں بلکہ نص ان کے حکم سے ساکت ہے تو مجتہد اس نص کے حکم کو دیگر جزئیات کی طرف متعدی کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ سب جزئیات اس نص کے تحت داخل ہو جاتی ہیں اور نص ان سب کو شامل ہو کر زیادہ سے زیادہ عام ہو جاتی ہے،

لہٰذا قیاس تو نص کا بڑا خادم اور معاون ہے نہ معاند ومعارض جس علت پر حکم کی بناء ہو اس کو علت جامعہ اور وصف جامعہ مدار حکم مناط حکم وصف مشترک علت مشترک جامع ''مابہ الاشتراک'' کہتے ہیں جیسا کہ تحریر اور اس کی شروح تیسیر وتقریر فواتح الرحمٰن اصول السرخسی وغیرہ سے ظاہر ہے جو علت جلیہ ہو اس کو بیان کرنا اور اس کی وجہ سے دیگر جزئیات کو تحت النص داخل کرنا قیاس ہے، اور تخریج مناط بھی اسی کو کہتے ہیں، جو علت خفی ہے مگر اس کا اثر قوی ہو اس پر حکم مبنی رکھنا استحسان ہے اس کو ابداء الجامع کہتے ہیں، اصل اور فرع میں جو ''مابہ الافتراق'' ہو مگر اس کی وجہ سے حکم میں فرق نہ آئے تو اس کو ساکت الاعتبار قرار دینا الغاء الفارق کہلاتا ہے یہی تنقیح مناط ہے اگر قیاس سے خدمت نہ لی جاتی تو بے شمار جزئیات کا حکم معلوم نہ ہوتا جن سے نص ساکت ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ ۱۲/۳/ ۱۴۰۰ھ

ہماری اہم مطبوعات

نمبر	نام کتاب
١	خطبات محمود ٣رجلدیں
٢	حیات محمود (سوانح) مکمل ٢رجلدیں
٣	تربیت الطالبین
٤	ترجمہ عمل الیوم واللیلۃ اردو
٥	محمود الاعمال
٦	تحفۂ اسکوٹ لینڈ
٧	ملفوظات فقیہ الامت ٣رجلدیں
٨	معاشرت پر ایک نظر
٩	تذکرۃ الاحباب، بعد وفات قطب الاقطاب
١٠	رفع یدین اور قرأۃ فاتحہ خلف الامام
١١	آسان فرائض
١٢	نعت محمود، وصف محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
١٣	ارمغان اہل دل (کلام محمود)
١٤	معمولات یومیہ مع شجرۂ مبارکہ
١٥	وصف شیخ
١٦	لطائف محمود
١٧	غیر مقلدیت
١٨	ردشیعیت
١٩	مناقب النعمان
٢٠	سرکاری سودی قرضے
٢١	اسباب لعنت
٢٢	اسباب غضب
٢٣	مکتوبات فقیہ الامت ٣رجلدیں
٢٤	آئینۂ مرزائیت
٢٥	رضاخانیت
٢٦	حقیقت حج
٢٧	حدود اختلاف
٢٨	گلدستۂ سلام بدرگاہ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم
٢٩	شوریٰ واہتمام
٣٠	مشائخ احمد آباد
٣١	شاہد قدرت
٣٢	مسلک علمائے دیوبند اور حب نبی ﷺ
٣٣	حقوق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
٣٤	صلوۃ وسلام مع احکام حج
٣٥	افریقہ وخدمات فقیہ الامتؒ
٣٦	اسباب مصائب اور ان کا علاج
٣٧	آلات تصوف
٣٨	وصف شیخ
٣٩	نغمۂ توحید
٤٠	ذکر محمود (یعنی مختصر سوانح حضرت فقیہ الامت)
٤١	غیر مقلدین کا اصلی چہرہ
٤٢	عقائد الشیعہ
٤٣	کام کی باتیں
٤٤	تذکرہ رفیق الامتؒ
٤٥	خطبات رفیق الامتؒ ٢رجلدیں
٤٦	تذکرہ مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ
٤٧	تذکرہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ
٤٨	حیات ابرار
٤٩	مسنون ومقبول دعائیں
٥٠	سلوک واحسان
٥١	اصول حدیث منظوم نافع (ترجمہ تشریح)
٥٢	اصول حدیث منظوم نافع
٥٣	جناب گرونانک جیؒ اور اسلام (ہندی)
٥٤	جناب گرونانک جیؒ اور اسلام (اردو)

فہرست

غیر مقلدیت

نمبر شمار	عنوانات	نمبر صفحہ

☆...... **تمت وبالفضل عمت**...... ☆

❁❁❁